اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا مفتی محمود

مدظلہ العالی

۲۴- رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ ○ جمعہ

ٹکا خاں پاکستان کے بنسی لال ثابت ہوئے

...ایک جریدہ "نئی دنیا" کی ۱۸ جولائی کی اشاعت سے ایک اقتباس اندرونی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں!

"رہ گیا اے دوست دونوں کا بھرم اچھا ہوا"

بہ پاسِ خاطر جناب نوابزادہ نصر اللہ خاں صاحب

*

بوساطت ترجمانِ اسلام

کہہ سکا اُن سے نہ مَیں رُودادِ غم اچھا ہُوا
رہ گیا اے دوست دونو کا بھرم اچھا ہُوا

عقل والو، ہو گئے دیوانے ہم اچھا ہُوا
ہم سے چھُوٹا یہ حسد یہ بیش و کم اچھا ہُوا

میرا احساسِ ندامت شکر ہے کام آگیا
داغِ عصیاں دھل گئے اے چشمِ نم اچھا ہُوا

تجھ کو دنیا کی ہوس نے کر دیا ہے بے وقار
اب تو آنکھیں کھل گئیں اے ستم اچھا ہُوا

مَیں نے فاقے سہہ لیے لیکن قلم بیچا نہیں
لکھتے لکھتے اب اگر ٹوٹا ہے قلم اچھا ہُوا

پھر انہی قدموں پہ لَوٹ آیا ہوں مَیں گھر کی طرف
مجھ کو میرے ہی ملے نقشِ قدم اچھا ہُوا

جام مئے جو بھی پیئے گا ڈگمگائے گا ضرور
ب مینے کیا ہے جامِ سم اچھا ہُوا

توڑ کر دنیا سے مَیں رشتہ پشیماں تو نہیں
جو ہُوا اچھا ہُوا تیری قسم اچھا ہُوا

مُردہ دل مظلوم جی اُٹھے تو آیا انقلاب
تم نے جی بھر کر کیا ظلم و ستم اچھا ہُوا

جاں بچا کر شکر ہے میداں سے ہم بھاگے نہیں
جان دے دی گاڑ کر اپنا عَلَم اچھا ہُوا

اہلِ دل کے واسطے اس میں سبق ہیں اے امینؔ
کر دیا احوال دے لے تو نے رقم اچھا ہُوا

سید امین گیلانی

بقیہ اداریہ صفحہ



جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۳۶

جمعۃ المبارک ۲۴ رمضان المبارک
۹ ستمبر ۱۹۷۷ء

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۴۵ ——— روپے
ششماہی ۲۳ ——— روپے
سہ ماہی ——— ۱۱/۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

[illegible] پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

اداریہ

پاداشِ عمل

بالآخر سابق معزول وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو اقدام قتل کے جرم میں ان کی رہائش گاہ کراچی سے گرفتار کر کے لاہور پہنچا دیا گیا۔ بھٹو کی گرفتاری پر سیاسی حلقوں میں کسی قسم کی حیرت و استعجاب کا اظہار نہیں کیا گیا اور نہ ہی یہ گرفتاری کسی کیلئے خلاف توقع تھی۔ خود بھٹو صاحب بھی شاید ذہنی طور پر اپنی گرفتاری کے لیے تیار تھے۔

گذشتہ دنوں کی جنرل ضیاء الحق کی تاریخ کی طویل ترین پریس کانفرنس کے ان وضاحتی جملوں نے کہ ”سیاست دانوں کے خلاف تحقیقات کے باوجود معاملات کو اکتوبر کے انتخابات کے بعد نئی حکومت کی صوابدید پر چھوڑ دینے کا جو اعلان کرتے رہے ہیں فوجداری نوعیت کے جرائم پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ایسے معاملات میں ملک کے قانون کے مطابق ہی عمل ہوگا جس سے کوئی بڑے سے بڑا شخص بھی بالاتر نہیں ہے“۔ اکتوبر کے انتخابات سے قبل بھٹو صاحب کی گرفتاری کے سلسلے میں تذبذب کا اظہار کرنے والے افراد یقینی طور پر یہ سمجھنے لگے تھے کہ بس صبح و شام کی دیر ہے۔

اقتدار سے معزولی کے بعد سابق وزیر اعظم کے خلاف ملکی عدالتوں میں مقدمات کی جو بھرمار ہوئی ہے اور آئندہ ہونی ہے وہ بھی کوئی انہونی بات نہیں، ملکی حالات سے باخبر ہر شخص اس حقیقت سے آشنا تھا کہ جونہی مسٹر بھٹو اقتدار سے علیحدہ ہوئے انہیں عدالتوں کے چکر لگانے پڑیں گے۔

کیونکہ مسٹر بھٹو کے ۶ سالہ ظالمانہ عہد میں جس قدر جرائم پروان چڑھے، جتنے سیاسی قتل ہوئے اور جس جس شعبہ میں جو جو بدعنوانی ہوئی ان سب کی ذمہ داری بالواسطہ طور پر جناب بھٹو پر ہے اور یہ کوئی مفروضہ یا قیاس آرائی نہیں بلکہ ناقابل تردید حقیقت ہے۔ ایف۔ ایس۔ ایف، پولیس اور پیپلز پارٹی کے غنڈہ عنصر کے ہاتھوں بظاہر جتنے جرائم سرزد ہوئے اور جس جس شخص کو سیاسی انتقام کی غرض سے قتل کیا گیا وہ براہ راست بھٹو کی مرضی و منشا سے ہوا اور آمریت میں ہوتا بھی ایسا ہی ہے۔ پھر خصوصاً بھٹو ایسے فرعون مزاج آمر مطلق کے دور میں تو عالم یہ رہا ہے کہ ملکی اختیارات کی تمام چابیاں بھٹو کی اپنی جیب میں تھیں۔

ایف ایس ایف کے سابق ڈائریکٹر جنرل مسعود محمود اور دیگر افسران کے عدالتی بیانات نے یہ بات صاف کر دی کہ بڑے سے بڑا افسر بھٹو کے ذاتی ملازم کی حیثیت رکھتا تھا اور بھٹو کی منشاء کے بغیر کسی بھی شخص کو دم مارنے کی اجازت نہیں تھی۔ حتیٰ کہ صوبائی وزراء اعلیٰ اور وفاقی و صوبائی وزراء بھی آمر بھٹو کے اشارہ ابرو پر ناچتے تھے۔

بھٹو نے جس نوعیت کے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب اپنے منصب و عہدہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا ہے وہ ایک ایک کر کے سامنے آ رہے ہیں اور اگر موجودہ عبوری حکومت اس سلسلے میں خصوصی دلچسپی لے تو اور بہت سے رازہائے درون سے پردہ اٹھ سکتا ہے۔

بھٹو نے اپنے آمرانہ اقتدار کو طول بخشنے کے لئے نہ صرف خود شرمناک قسم کے جرائم کئے بلکہ اپنے تمام اعوان و انصار کو بھی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسی راہ پر لگایا

بقیہ اداریہ صفحہ ۱۰

سید عطاء الرحمٰن جعفری

قومی اتحاد کے ٹکٹ پر
جمعیۃ علماءِ اسلام کے امیدوار

پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر انتخابات میں حصہ لینے والے جمعیۃ علماء اسلام کے قومی و صوبائی امیدواروں کی کل تعداد ۱۰۳ ہے۔ جو پورے پاکستان میں الیکشن لڑ رہے ہیں۔

قومی اسمبلی۔ ۲۶ صوبائی اسمبلیاں ۷۷۔ قومی اسمبلی۔ پنجاب۔ ۱۰ صوبہ سرحد۔ ۸۔ صوبہ سندھ ۶ صوبہ بلوچستان ۲۔

صوبائی اسمبلیاں۔ پنجاب ۳۱۔ سرحد۔ ۲۱۔ سندھ۔ ۱۰ بلوچستان ۱۵۔

پنجاب سے قومی اسمبلی کے امیدوار

این اے ۴۲ جہلم ۳ - راجہ لہراسب خاں
؍ ۵۳ سرگودھا -۱- غلام بخش وڈ خل
؍ ۶۲ میانوالی ۳- امان اللہ خان شہانی
؍ ۸۶ لاہور ۶- مولانا عبید اللہ انور
؍ ۱۰۳ گوجرانوالہ ۱- قاضی عصمت اللہ
؍ ۱۲۴ ڈیرہ غازیخاں ۱- مولانا مفتی محمود
؍ ۱۲۷ مظفر گڑھ ۱- مولانا محمد لقمان
؍ ۱۴۴ بہاولنگر ۱- مولانا محمد شریف وٹو
؍ ۱۴۸ رحیم یارخان ۲- میاں سراج احمد دینپوری
کریم بخش اعوان آف بھیرہ

صوبہ سرحد

این اے -۵- پشاور ۵- مولانا عبدالحق صاحب
؍ ۱۰ - کوہاٹ ۱ - مولانا حبیب گل
؍ ۱۱ - ؍ ۲ - مولانا نعمت اللہ
؍ ۱۷ - مانسہرہ کوہستان - فقیر محمد خان
این اے - ۱۸ - ڈیرہ اسماعیل خان - مولانا مفتی محمود
؍ ۱۹ - بنوں ۱ - مولانا صدر الشہید
؍ ۲۰ - ؍ ۲ - مولانا احمد جان
؍ ۲۳ - سوات ۳ - مولانا عبدالرحمٰن

قومی اسمبلی بلوچستان

این اے ۱۹۵ کوئٹہ ۲ - حاجی محمد زمان اچکزئی
؍ ۱۹۶ ؍ ۳ - مولوی محمد خان شیرانی

قومی اسمبلی سندھ

این اے ۱۵۱ سکھر ۱- مولانا عبدالکریم
؍ ۱۵۵ جیکب آباد ۱- شیخ صادق کھوسو
این اے ۱۹۳ کراچی مولانا محمد ذکریا
تین حلقوں کے نام آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔

حلقہ نمبر	اسمائے گرامی
پی پی ۸ - راولپنڈی ۸ -	قاری محمد اسعد اللہ عباسی
؍ ۱۳ کیمبل پور ۲ -	قاری سعید الرحمٰن
؍ ۱۹ جہلم ۲ -	چوہدری فضل الٰہی
؍ ۳۷ سرگودھا ۱ -	ملک کرم داد
؍ ۳۹ ؍ ۳ -	مولانا محمد اسماعیل
؍ ۴۵ ؍ ۹ -	محمد حیات مہر
؍ ۵۶ میانوالی ۷ -	حافظ ممتاز علی

پنجاب اسمبلی کے امیدوار

پی پی ۵۷ جھنگ ۱- مولانا منظور احمد چنیوٹی
؍ ۶۲ ؍ ۶- مہدی حیات چیلا
؍ ۶۳ ؍ ۷- مفتی عبدالحلیم
؍ ۶۶ ؍ ۱۰- مولوی بشیر احمد
؍ ۸۶ لائلپور ۱۷- نصیر الدین حیدر
؍ ۱۱۶ قصور ۶- سردار محمد عارف
؍ ۱۳۵ شیخوپورہ ۷- مولانا عبداللطیف انور
؍ ۱۵۶ سیالکوٹ ۱۵- فاروق سلطان
؍ ۱۵۷ ملتان ۱- سید خورشید عباس گردیزی
؍ ۱۵۸ ؍ ۲- محمد اقبال ہراج
؍ ۱۶۶ ؍ ۱۰- ملک محمد اسلم بوسن
؍ ۱۶۹ ؍ ۱۳- نور عالم قریشی
؍ ۱۷۲ ؍ ۱۶- محمد صدیق کانجو
؍ ۱۷۳ ؍ ۱۷- عبدالغفور لودھی
؍ ۱۷۵ ؍ ۱۹- سید فخر الدین
؍ ۱۷۸ وہاڑی ۲- میاں محمد رفیق
؍ ۱۸۹ ڈیرہ غازیخان ۶- سردار احمد نواز خان کنتھران
؍ ۱۹۰ ؍ ۷- سردار تاج محمد خاں کھوسہ
؍ ۱۹۶ مظفر گڑھ ۶- چوہدری شوکت علی
؍ ۲۰۵ ساہیوال ۵- محمد منیر اظہر
؍ ۲۱۱ ؍ ۱۱- قاضی ضرغام الحق
؍ ۲۱۹ بہاولپور ۲- محمد عبداللہ قریشی ایڈووکیٹ
؍ ۲۲۳ ؍ ۶- سید عبدالستار شاہ ہمدانی
؍ ۲۳۰ بہاولنگر ۶ - مولانا محمد [illegible]

سرحد۔ سندھ اور بلوچستان سے صوبائی امیدواروں کی تفصیل آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

(ادارہ)

پیپلز پارٹی لٹ گئی ہے

حمید اللہ ہاشمی

ایوب آمریت کے اقتدار کا سنگھاسن ڈولنے لگا تو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے حالات و واقعات کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر ایک نئی پارٹی کی تشکیل کا اعلان کیا۔

ایوب خان تک جتنی بھی سیاسی جماعتیں پاکستان میں لیلائے اقتدار سے ہم آغوش ہوئیں وہ تمام کی تمام عوام کے بالائی طبقوں پر مشتمل تھیں۔ ان کے اجزائے ترکیبی میں سرمایہ دار، جاگیردار، ازلی کاسہ لیس، اور پشتینی وفاداروں کے علاوہ نوکر شاہی کے عناصر کارفرما تھے۔

ایوب خان مرحوم نے بھی عوام سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت کو قطعاً محسوس نہیں کیا تھا بلکہ انگریز کی سیاست کے مطابق عوامی استحصال کے حامل طبقات کو اپنے گرد و پیش جمع کیا۔ مسٹر بھٹو چونکہ ایوب خان مرحوم کی پارٹی کے خود سیکرٹری جنرل رہ چکے تھے لہٰذا وہ اس کی تنظیم و تشکیل اور پھر اس کے نتائج و اثرات سے کما حقہ واقف تھے اس لئے انہوں نے اپنی پارٹی کو پیپلز پارٹی کا نام دیا۔ اور اس کو غریبوں، مزدوروں اور محنت کشوں کی جماعت قرار دیا۔

پارٹی کے مقاصد میں زمینداری، جاگیرداری اور سرمایہ داری کے خاتمے کو، سرِ عنوان رکھا اور اس نام پر غریب محنت کشوں کو استحصال (EXPOLITE) کرنے کا عظیم منصوبہ بنایا۔

عام آدمی کو متاثر کرنے کے لئے چار نعرے تراشے گئے۔

۱۔ اسلام ہمارا دین ہے۔

۲۔ جمہوریت ہماری سیاست ہے۔

۳۔ سوشلزم ہماری معیشت ہے۔

۴۔ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

پاکستان کے غریب عوام اور دیہات کی اسی (۸۰) فیصد آبادی ایک ربع صدی سے عوام دشمن استحصالی طبقات کے شکنجوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جب پاکستان میں غریب کی فلاح اور اسلام کی سربلندی اور جمہوریت کی بحالی کا نعرہ لگایا گیا تو عوام نے بلا سوچے سمجھے اس پارٹی کی طرف رجوع کرنا شروع کیا اور پارٹی کے چیئرمین کو سننے کے لئے لاکھوں کا مجمع وڈیروں اور جاگیرداروں کو حیرت میں ڈالنے لگا۔

عوام سمجھتے تھے کہ شائد ظلم کی سیاہ رات ختم ہو کر صبحِ مسرت طلوع ہو گی۔ مگر ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

عوامی طاقت کے بل بوتے پر پاکستان پیپلز پارٹی کو حکومت کی منزل تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہ رہا۔ القصہ ملک دو لخت ہو گیا۔ اور پیپلز پارٹی اقتدار میں آ گئی لیکن پارٹی چیئرمین نے رفتہ رفتہ سابقہ حکمرانوں کی طرح ملک کے بڑے بڑے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو اپنی پارٹی میں شامل کر کے بڑے بڑے عہدوں سے نوازنا۔۔۔ شروع کیا۔

چشمِ حیرت نے یہاں تک دیکھا کہ وہ ازلی کاسہ لیس اور وڈیرے جو بھٹو کو عوام کا نجات دہندہ اور نمائندہ سمجھ کر اس کی جان کے درپے تھے۔ انہی کو بھٹو صاحب نے گلے لگا لیا اور کلیدی آسامیوں پر فائز کیا۔ پارٹی کے ابتدائی کارکن جو کہ اخلاص کے ساتھ عوامی فلاح و بہبود کے لئے جماعت کے لئے شبانہ روز جد و جہد کرتے رہے تھے۔ اور انہوں نے اس مذہبی طائفے کی بھی پرواہ نہ کی تھی جنہوں نے ان پر کفر کے فتوے داغے تھے رفتہ رفتہ مایوس کن صورتِ حال سے دوچار ہونے لگے اور بالآخر پارٹی سے نکلنے ہی میں عافیت سمجھی۔

لیکن بہت سے لوگ جنہیں حکومت کا نشہ بدمست کئے ہوئے تھا اور وہ جو کل تک عوام کی عزت و عظمت کی بات کرتے تھے سرکاری ریسٹ ہاؤس میں عوام کی عصمت سے کھیلنے کو مقصدِ حیات سمجھنے لگے۔ فلکِ پیر نے یہ بھی دیکھا کہ جن لوگوں کو موٹر سائیکلیں میسر نہیں تھیں وہ مرسیڈیز سے کم کو اپنی توہین سمجھنے لگے۔

قصہ مختصر کہ ارکانِ جماعت میں جتنی غیرت تھی اسی تناسب سے پارٹی چھوڑنا شروع کیا۔ اور یہاں تک کہ آج پارٹی کے اقتدار کا سورج بحیرۂ عرب میں ڈوب چکا

ہے تو رہی سہی اور بچی کھچی جماعت کی چولیں بھی ہلنے لگیں۔

کیونکہ بھٹو صاحب کے یمین و یسار اور سابقے لاحقے ان خانہ الذین کے افراد تھے جو کہ اقتدار کے تالاب کی مچھلیاں ہیں اور وہ بغیر اقتدار کے رہ نہیں سکتے۔ طوائف اپنا پیشہ چھوڑ سکتی ہے مگر وہ اپنی فطرت نہیں بدل سکتے۔

پارٹی کے ابتدائی سرگرم رکن سینکڑوں کی تعداد میں پہلے ہی اپنا دامن بھٹو صاحب کی آلائشوں سے بچا کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ ان لوگوں میں جناب جے' اے' رحیم' معراج محمد خان' رانا مختار احمد' تاج محمد لنگاہ' خورشید حسن میر' سید سعید حسن' ملک سلیمان' حنیف رامے' ایم کے خاکوانی' ڈاکٹر مبشر حسن' قابل ذکر ہیں۔

بعض لوگ اسکینڈل کا مجموعہ تھے اور ان کی ساری کمزوریاں پارٹی چیئرمین کے پاس محفوظ تھیں اور بعض لوگوں کا سراپا سراسر گناہ کی پیداوار تھا لہٰذا وہ اپنے کرتوتوں کے پیش نظر

ع

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

کا مصداق بنے رہے۔

اب جبکہ پارٹی میں اقتدار کی کشش ختم ہو گئی ہے اور نہ ہی مستقبل قریب میں کوئی امید نظر آتی ہے۔ تو بہت سے سابق وزراء اور پارٹی کے اہم عہدیداروں نے جماعت سے علیحدگی شروع کر دی ہے۔

تازہ اطلاعات کے مطابق پارٹی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید ناصر علی رضوی اور ضلع ملتان کی تحصیلوں کے چیئرمین پارٹی سے مستعفی ہو گئے۔ ادھر ضلع ساہیوال میں سابق مرکزی وزیر رانا محمد حنیف نے بھی پارٹی ٹکٹ واپس کر دیا۔ اس ضلع کے راؤ خورشید علی پہلے ہی دم سادھ گئے ہیں۔

ضلع رحیم یار خان کے چیئرمین جعفر ہاشمی اور سابق ایم' پی' اے حامد کمال ڈاہر نے بھی پیپلز پارٹی کو طلاق دیدی ہے۔

سابق سپیکر جناب صاحبزادہ فاروق علی خاں نے بھی پارٹی ٹکٹ پر الیکشن لڑنے سے معذوری ظاہر کر دی ہے۔ جبکہ سابق ایم' این' اے ملتان میاں ساجد پرویز پہلے ہی تائب ہو چکے تھے۔

ضلع گوجرانوالہ میں سابق صوبائی وزیر رانا محمد اقبال جو کہ مسجد نور کے سلسلہ میں کافی شہرت حاصل کر چکے تھے' نے بھی بغاوت کا اعلان کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی چیلنج بھی کہ ضلع گوجرانوالہ میں پیپلز پارٹی کا مقابلہ کیا جائے گا۔

ضلع سرگودھا سے سابق وزیر جناب چوہدری جہانگیر علی نے بھی کھونٹا تڑوا لیا ہے اور اعلان کیا کہ تمام ضلع کے ذمہ دار افراد میرے ساتھ ہیں ان کا بھٹو سے کوئی تعلق نہیں۔

ضلع لائلپور سے سابق مرکزی وزیر مملکت جناب میاں عطاء اللہ بھی بایں رِیش مقطع پارٹی سے علیحدہ ہو چکے ہیں

سرحد میں بھی ارباب جہانگیر نے پارٹی سے بغاوت کی ہے اور آزاد امیدوار کی حیثیت سے اپنے کاغذات جمع کرا دیئے ہیں۔

بلوچستان کے جناب یحییٰ بختیار کا نام بھی گننے میں نہیں آ رہا۔ شاید وہ بھی ایک دو روز میں علیحدگی کا اعلان کرنے پر "آئینی اور قانونی" نکتہ نگاہ سے سوچ رہے ہیں۔

کراچی سے جمیل الدین عالی' سکیم سعید وغیرہ بھی اپنی عزت سے ہاتھ دھو کر فارغ ہو چکے ہیں۔

سندھ کے اکثر افراد جن کو جناب بھٹو نے پارٹی ٹکٹ جاری کئے تھے واپس کر کے قومی اتحاد میں شمولیت کا اعلان کر رہے ہیں۔

پیپلز پارٹی سے نکلنے والوں کی تعداد اس قدر ہو چکی ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت بن سکتی ہے۔ اور ایک آدھ جماعت تو منظر عام پر بھی آ چکی ہے۔

پیپلز پارٹی سے لوگ اس قدر بھاگے ہیں کہ اب صرف پارٹی پارٹی رہ گئی ہے حسابی زبان میں بیان کیا جائے تو کچھ اس طرح کہ

پارٹی ــ پیپلز = پیپلز پارٹی

یہ تو تھی ریاضی کی زبان اور اگر پنجاب کا کوئی زندہ دل کہے تو اس طرح

اوئے پیپلز پارٹی لعنتی

القصہ

ملک دولخت ہو گیا اور پیپلز پارٹی اقتدار میں آ گئی

توجہ فرمائیں

ترجمانِ اسلام کے موجودہ شمارہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے قیمت اس کی ایک روپیہ پچاس پیسے ہے۔ آئندہ شمارہ تعطیلات عید الفطر کی وجہ سے شائع نہیں ہو گا۔

WEEKLY NAIDUNYA DELHI

نئی دنیا دہلی

عبدالوحید صدیقی

جلد ۶ شمارہ ۳ پیر ۱۸ جولائی ۱۹۷۷ء قیمت ۶۰ پیسے

بھٹو نے جنرل ضیاء الحق کو گولی مارنے کا منصوبہ بنالیا تھا

بھٹو نے ٹکا خاں کی مدد سے جنرل ضیاء اور فوج کے دوسرے بہت سے افسروں کو گرفتار کرنے کا پلان بنایا تھا۔ ٹکا خاں نے ایک ماہ قبل یہ خبر بھٹو تک پہنچا دی تھی کہ فوج جنرل ضیاء کی قیادت میں بغاوت کا پلان بنا رہی ہے۔ اس بات کا اندازہ تو بھٹو کو پہلے ہی ہو چکا تھا کہ جنرل ضیاء جنہیں کئی دوسرے بڑے افسروں پر ترجیح دے کر انہوں نے بری افواج کا سربراہ بنایا تھا ان کے ساتھ نہیں۔ بغاوت کے پلان کی اطلاع ملنے کے بعد سے بھٹو بہت پریشان تھے۔ وہ چاہ رہے تھے کہ جلد سے جلد پاکستان کے سیاسی بحران کا کوئی حل ڈھونڈ لیا جائے تاکہ فوج کو اقتدار پر قابض ہونے کا بہانہ نہ مل سکے لیکن ٹکا خان کا کہنا تھا کہ اب مسئلے کا سیاسی حل ممکن نہیں ہے۔ اب اس مسئلے کو صرف طاقت اور ہتھیاروں کے ذریعے سلجھایا جا سکتا ہے۔ ٹکا خان کا کہنا تھا کہ اس سے پہلے کہ فوج کا دوسرا گروپ بھٹو کے خلاف حرکت میں آئے انہیں فوج فیڈرل سیکورٹی فورس اور پیپلز پارٹی کی مدد سے پہلا وار کر دینا چاہیئے۔ ٹکا خان کے پلان کے مطابق اچانک جنرل ضیاء الحق۔ ایئر مارشل ذوالفقار علی خان اور بحریہ کے کمانڈر وائس ایڈمرل محمد شریف کو گرفتار کر لیا جائے اور ان پر فوری طور پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلا کر انہیں گولی سے اڑا دیا جائے۔ پورے ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے اخبارات پر مکمل سنسر شپ لاگو کر دی جاتی، آئین کو توڑ دیا جاتا۔ پاکستان قومی اتحاد کے تمام لیڈروں کو گرفتار کر لیا جاتا اور یہ اعلان کر دیا جاتا کہ پاکستان کے بقا کے خلاف ایک بین الاقوامی سازش بے نقاب ہو گئی ہے۔ پاکستان کا وجود خطرے میں ہے اس لئے بھٹو کو یہ سخت قدم اٹھانا پڑا

رہا ہے بھٹو ٹکا خان کے اس پلان کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ دکھا رہے تھے۔ انہیں ڈر یہ تھا کہ اس اقدام سے ملک کے لوگ تو ان کے خلاف ہوں گے ہی عرب ممالک بھی ان سے ناراض ہو جائیں گے۔ عرب سربراہوں میں اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کے لئے بھٹو نے اچانک ان ممالک کا دورہ کیا اس سے پہلے کہ وہ یہ خطرناک قدم اٹھاتے انہوں نے اپوزیشن لیڈروں سے ایک بار اور بات چیت کی۔ بات چیت ناکام ہوتی نظر آئی تو بھٹو ٹکا خان کے آگے جھک گئے اور ان کے پلان پر عمل کرنے کو تیار ہو گئے۔ اس پلان پر عمل درآمد کرنے کی ذمے داری پاکستان فیڈرل سیکورٹی فورس کے سربراہ مسعود محمود کو سونپی گئی۔ ہزاروں کی تعداد میں خود کار رائفلیں دستی بم اور دوسرے ہتھیار پیپلز پارٹی کے ورکروں کے درمیان بانٹے جانے لگے۔ لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی جنرل ضیاء الحق اور فوج کے دوسرے افسروں کو اس پلان کی اطلاع مل چکی تھی اس سے پہلے کہ جنرل ٹکا خان کے پلان پر عمل ہوتا اور پاکستان کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دیا جاتا۔ ۵ جولائی کی رات کو اچانک جنرل ضیاء نے فوج کی مدد سے بھٹو ٹکا پلان پر پانی پھیر دیا اور پاکستان کو تباہی سے بچا لیا اگر جنرل ضیاء بر وقت یہ قدم نہ اٹھاتے تو پاکستان ایک اور لبنان بن جاتا ایک اور ویت نام بن جاتا۔ خدا نہ کرے جنرل ٹکا کے اس [illegible] کا کیا انجام ہوتا خود جنرل ضیاء [illegible]

اس پلان پر عمل ہو جاتا تو پاکستان کو بھیانک جنگی سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ اس خانہ جنگی میں فوج بھی حصہ لیتی جو دو حصوں میں بٹ گئی ہوتی آٹومیٹک مشین گنوں اور دستی بموں کا استعمال ہوتا خارجی طاقتیں بھی اس میں ضرور شامل اڑاتیں پاکستان کا شیرازہ بکھر جاتا۔ لاکھوں بے گناہوں کا خون لاہور کراچی، حیدرآباد اور راولپنڈی کی سڑکوں پر بہتا۔ انجام وہی ہوتا جو آج ہوا ہے لیکن پاکستانیوں کو اس کی قیمت اپنے خون سے چکانا پڑتی۔

نئی دنیا اپنے ۷ مئی کے شمارے میں لکھ چکا ہے کہ بھٹو ٹکا خان کے قیدی بن گئے ہیں جس طرح اندرا کو سنجے اور اس کی چنڈال چوکڑی نے گھیر لیا تھا اس طرح بھٹو کو ٹکا خان، مسعود محمود مولانا کوثر نیازی اور عبدالحفیظ پیرزادہ کی چوکڑی نے گھیر رکھا تھا۔

بھٹو تک اصل خبریں پہنچنے دی جاتی ہی نہیں تھیں بھٹو کو یقین دلایا جاتا تھا کہ وہ آج بھی قائد عوام ہیں۔ آج بھی پاکستانیوں کے دل پر راج کرتے ہیں یہ فوجی ٹولہ جان بوجھ کر ایسے حالات پیدا کر رہا تھا جس میں بھٹو اور مخالف پی۔ این۔ اے کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکے تاکہ ٹکا خان اینڈ کمپنی پر بھٹو کا انحصار بڑھتا جائے اور وہ صرف دکھاوے کے سربراہ رہ جائیں۔ بہرحال جنرل ضیاء الحق نے جنہیں اس سازش کا علم ہو گیا تھا بر وقت قدم اٹھا کر ٹکا خان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔

فوج بغاوت نہ کرتی تو پاکستان لبنان بن جاتا

یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے بھٹو کی ذاتی فوج یعنی پاکستان فیڈرل سیکورٹی فورس کے ڈائریکٹر جنرل مسعود محمود کو گرفتار کیا گیا بھٹو نے اپنی ذاتی فوج کو پاکستان کی مسلح افواج سے بھی زیادہ طاقتور بنا دیا تھا۔ خوف یہ تھا کہ کہیں فوج کو سیکورٹی فورس سے ٹکر نہ لینی پڑے۔ اگر ایسا ہوتا تو جس خانہ جنگی سے بچانے کے لیے فوجی انقلاب برپا کیا گیا تھا پاکستان اسی خانہ جنگی کا شکار ہو جاتا یہی وجہ تھی کہ اس سے پہلے کہ بھٹو یا کسی دوسرے لیڈر پر ہاتھ ڈالا جاتا فوج نے سیکورٹی فورس کے سربراہ مسعود محمود ------- اور ٹکا خان پر ہاتھ ڈالا فوج نے کراچی یا لاہور اور دوسرے بڑے شہروں کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے اور گھر گھر ہتھیاروں کے لیے تلاشی لی جا رہی ہے۔ خاص طور پر پیپلز پارٹی کے ورکروں کے گھروں سے بہت بڑی تعداد میں ہتھیار برآمد ہو رہے ہیں اسی وجہ سے کہ فوج نے فوری طور پر اس پاکستانی چنڈال چوکڑی کے سربراہ پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

الیکشن کی تیاریاں

پاکستانی فوج نے اس موقع پر ملک کو بچا کر فوری طور پر الیکشن کی تیاری شروع کر دی ہے جس کے لیے ۹ اکتوبر کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ فوج چاہتی ہے کہ بھٹو اس الیکشن میں حصہ لے تاکہ یہ بات صاف ہو جائے کہ پاکستانی عوام کس کے ساتھ ہیں۔ کچھ حلقوں کا کہنا ہے کہ بھٹو اس الیکشن میں حصہ لینے سے انکار کر دیں گے کیونکہ انہیں الیکشن جیتنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ جس طرح ہندوستانی عوام اندرا سے بیزار ہو گئے تھے۔ بالکل اسی طرح پاکستانی عوام بھٹو سے بیزار ہو چکے ہیں۔

اس لیے بھٹو اپنی عزت بچانے کے لیے یہی بہتر سمجھیں گے کہ الیکشن میں حصہ نہ لیں۔

دیکھنا تو یہ کہ بھٹو کو جیل سے کب رہا کیا جاتا ہے اور وہ کون سی نئی چال چلتے ہیں پاکستان خانہ جنگی سے تو بچ گیا کیا اب وہاں جمہوریت کو بچایا جا سکے گا۔

محمد حیات شیرپاؤ کے بعد کوثر نیازی اور کھر
ایک ڈرامہ جو سٹیج نہ ہو سکا

محمد فاروق قریشی

میکاؤلی کے نظریہ کے مطابق کامیاب سیاست کے لیے اخلاق سے پرہیز اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ مسلمان کے لیے کلمہ طیبہ کا اقرار۔ میسولینی سیاست یہ ہے کہ مخالف کا وجود لوح جہاں پہ حرف مکرر ہے جس کا مٹایا جانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ حکومت کرنا۔

ہٹلر کا سیاسی فلسفہ ہے کہ حکومت اور ملکی سلامتی لازم ملزوم ہے اور رائی کا پہاڑ بنا کر عوام کو پروپیگنڈہ کی بنیاد پر بے وقوف بناتے رہو۔ اسی لیے ہٹلر نے اپنے دور حکومت میں جرمن کی تمام ریڈیو ساز کمپنیوں کو بلا کر حکم دیا کہ سستے سے سستا ریڈیو سیٹ تیار کرو تا کہ جرمنی کا ہر باشندہ ریڈیو خرید سکے اور اس طرح وہ ہٹلر کی تقریریں دوسرے دن سنا کرے۔

پاکستان کے سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو جو کبھی آکسفورڈ میں سیاسیات کے طالب علم تھے، عملی سیاست میں بھی وہ درج بالا تینوں مفکرین کو اپنا آئیڈیل سمجھتے ہوئے ان کے طریق کار پر عمل کرتے ہیں۔ اس لیے لوگ کہتے ہیں کہ ناگہ کے چہرے پر حیا کا امکان ہے لیکن بھٹو کے ہاں اخلاق و شرافت سے

ایں خیال است و محال است و جنوں

وہ صرف مخالفین ہی کے لیے اخلاق و انسانیت سے پرہیز نہیں کرتے بلکہ اپنے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا پڑے تو وہ اسے محض اپنی سیاسی تکنیک سمجھتے ہوئے بلا جھجک عمل پیرا ہونے ہی کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں، پاکستان قومی اسمبلی (سابقہ) میں قائد حزب اختلاف جناب خان عبدالولی خان اور ان کی جماعت جب بھٹو کی اغراض کی تکمیل میں سد راہ بنتی نظر آئی تو جناب بھٹو نے پھر اپنے پسندیدہ مفکرین کی کتب کو کھنگالنا شروع کیا۔ سنا ہے کہ ہٹلر کی سوانح ہمیشہ ان کے سرہانے موجود ہوتی ہے۔

نسخہ یہ ملا کہ عبدالولی خان اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری اور پارٹی پر پابندی کے لیے کسی انسانی جان کی ضرورت ہے لہذا چاروں طرف نظریں گھومنا شروع ہو گئیں۔

جناب حیات محمد شیرپاؤ پیپلز پارٹی سرحد کے بانی تھے اور پارٹی میں انہوں نے انتھک محنت اور جد و جہد کے بعد ایک مقام بنا لیا تھا۔ بھٹو صاحب اپنے سامنے ویسے بھی کسی کا چراغ جلنا پسند نہیں کرتے۔ لہذا نظر انتخاب جناب شیرپاؤ ہی پر پڑی۔ کیونکہ بھٹو صاحب، ایک تیر سے دو شکار کرنے کے عادی ہیں۔ منصوبہ کے تحت شیرپاؤ کو ہٹایا گیا اور افواہیں یہاں تک گرم ہوئیں کہ اس سے آگے کچھ بننے والے ہیں۔

بھٹو جب ڈرامہ کی ہدایت دے کر خود امریکہ چلے گئے اور وہاں محترمہ نصرت بھٹو کے مطابق کہ جناب بھٹو رات کو بار بار اٹھتے اور کہتے کہ میرا دل کہتا ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔

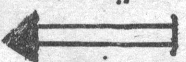
کچھ ہونے والا ہے

پریشانی دراصل یہ تھی کہ اب تک اطلاع کیوں نہیں آئی تا کہ میں اظہار افسوس کر سکوں جناب شیرپاؤ قتل کرا دئے گئے اور ان کے قتل کی آڑ میں عبدالولی خان کے رفقاء گرفتار اور پارٹی کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔

یہ اصول بڑا کامیاب ثابت ہوا تھا لہذا جب عبدالولی خان کے بعد بھی بات نہ بن سکی اور قائم مقام قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمود نے بھٹو صاحب کی ناک میں نکیل ڈالے رکھی اور دیگر حزب اختلاف کے ممبران خصوصاً چوہدری ظہور الہٰی مولانا شاہ احمد نورانی میر علی احمد تالپور احمد رضا قصوری اور محمود اعظم فاروقی اور اسمبلی کے باہر اصغر خان اور نوابزادہ نصر اللہ خان نے بھٹو دجل و فریب کو چاک کرنے کے لیے دن رات ایک کیا ہوا تھا تو پھر بھٹو صاحب کو اپنا سابقہ تجربہ یاد آیا۔ اس موقعہ پر نظریں دوڑائیں تو مولانا کوثر نیازی پارٹی میں مقبول ہو رہے تھے اور ادھر سنانواں ضلع مظفر گڑھ کا عیاش جاگیر دار غلام مصطفیٰ کھر بھٹو صاحب کے لیے پریشانی کا باعث بنے ہوئے تھا۔

کوثر نیازی کے خلاف وفاقی ادارہ تحقیقات کو بھی متعین کیا اور مبینہ ذرائع کے مطابق کوثر نیازی جو خود کو مولانا کہلواتے ہیں نے حج فنڈ سے ڈیڑھ کروڑ روپے غبن کئے۔ امریکہ سے جدید آلات عیاشی درآمد کئے پاکستان نیشنل سنٹر کی ملازم خواتین بھی داستانیں محفوظ کئے ہوئے ہیں۔

غلام مصطفیٰ کھر بھی پنجاب میں بھٹو کی پسند کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف تھا لہذا اس موقعہ پر ایک تیر سے دو شکار والے اصول کو اپناتے ہوئے پروگرام بنایا گیا کہ پہلے جولائی ۷۷ء میں ایف۔ ایس۔ ایف کے ذریعہ کوثر نیازی کو



قتل کرا دیا جائے بالکل اسی انداز میں جیسے مرحوم حیات محمد خان شیرپاؤ کو کرایا تھا اور پھر ملک کے اندر احتجاجی جلسے و جلوس منعقد کرائے جائیں اور نتیجہ حاصل کرنے کے لیے قومی اتحاد کے قائدین کو ایف ۔ ایس ۔ ایف ہی کے ذریعہ قتل کرایا جائے اور ظاہر یہ کیا جائے کہ عوام نے کوثر نیازی کے قتل سے اشتعال میں آکر جوابی کارروائی کی ہے اور پھر اپوزیشن کی خبر لی جائے اور ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے جواباً غلام مصطفی کھر کو بھی کوثر نیازی تک پہنچایا جائے تاکہ بظاہر کیا جائے کہ اپوزیشن نے اپنے راہنماؤں کے قتل کا بدلہ لیا ہے اور پھر ملک میں ہنگامی صورت حال کے پیش نظر سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی جائے اس طرح تمام عوامی تحریک خاک میں مل جائے اور بھٹو کا مقابل کوئی نہ رہ سکے پاکستان قومی اتحاد کے راہنماؤں نے الیکشن سے قبل ہی ان خدشات کا اظہار کیا تھا کہ بھٹو اپنے کسی ساتھی کو قتل کرانے کے بعد حالات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں لیکن اسی وقت اس کام کے لیے شیخ رشید مبشر حسن اور ایس ۔ ایم مسعود کے نام لیے جا رہے تھے۔

اس وقت بھٹو صاحب نے راز قبل از وقت فاش ہو جانے کی بنا پر کچھ عرصہ کے لیے عمل درآمد روک دیا لیکن ۲۱ اگست کے جنگ کی اطلاع کے مطابق جو اس کے رپورٹر نے راولپنڈی کے حوالہ سے شائع کرائی ہے ۔ یہ منصوبہ جولائی ۱۹۷۷ء میں عمل پذیر ہونا تھا مگر حالات اس طرح الجھے کہ بھٹو کا یہ منصوبہ عمل تک نہ پہنچ سکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر ایک طرف ایک مومن کو قتل کیا جائے اور دوسری طرف خانہ خدا کو منہدم کیا جائے تو میں ایک مومن کی جان بچانے کو خانہ خدا کے منہدم ہونے پر ترجیح دوں گا۔

لیکن انہیں کیا خبر کہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کیا ہے ؟

کیونکہ انہیں میکیاویلی ہٹلر ، مسولینی اور نپولین کی تعلیمات ، نظریات ، علم اور سوانح پڑھنے سے فرصت ہو تو اس طرف رخ کریں ۔ چند روز پیشتر یہ بھی انکشاف ہوا تھا کہ بھٹو صاحب نے عبدالحفیظ پیرزادہ کو پیر پگارا کے قتل کا حکم دیا تھا اور پیرزادہ نے ایک ایس پی ربلوے کو یہ خدمت سونپی تھی مگر یہاں بھی خدا کی تدبیر ہی غالب رہی اور دوسروں کو مروانے والے آج خود زمانے کے بے رحم تھپیڑوں کی زد میں ہیں ۔ اور ابھی سب کچھ ہونا باقی ہے آخر تاریخ کے اوراق کب تک منتظر رہیں گے ؟

مورخ لکھے گا اور تاریخ ضرور بنے گی

بقیہ اداریہ

لگا دیا کہ چھوٹے چھوٹے مجرم جو دراصل بھٹو کے اعتبار سے چھوٹے تھے بڑے مجرم کے خلاف آواز بلند نہ کر سکیں ۔

اب پاداش عمل کا تقاضا یہ ہے کہ بھٹو اور [illegible] ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی شخص کو اس قسم کے شرمناک جرائم کے ارتکاب کی جرأت نہ ہو ۔ اور کوئی بھی شخص اپنی آسائشوں کی تکمیل کے عوض ملک اور قوم کے دل کی آواز سے کھیلتی اسے اپنے منطقی نتائج تک پہنچنا چاہیئے ۔ اور بہتر یہ ہوگا کہ بھٹو اور اس کے حواریوں کے مستقبل کا فیصلہ اکتوبر میں ہونے والے انتخابات سے قبل کر دیا جائے

عیدالفطر

اسلام نے دور جاہلیت کی بہت سی رسومات اور تہواروں کو ختم کر کے مسلمانوں کو دو بڑے تہواروں سے نوازا ہے ان دو میں سے ایک بڑا تہوار عیدالفطر ہے ۔ جو اپنے اندر بے شمار اور لازوال مسرتیں لے کر آتا ہے ۔ اس تہوار کے موقع پر رمضان المبارک کے اختتام پر خدائے رحیم و کریم کی جناب میں مسلمان کھلے میدانوں میں نکل کر بھرپور اجتماعیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سجدہ شکر بجالاتے ہیں اور اپنی فروگذاشتوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہیں اور رب السموات والارض سے بھلائیاں طلب کرتے ہیں ۔ یہی اس تہوار کا مقصد اور غرض و غائیت ہے ۔ اگر اس مقصد کو بجالانے میں کوئی مسلمان کامیاب نہیں ہوتا تو وہ اس عظیم تہوار کی عظمت و افادیت کو نہیں پہنچتا اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس مقدس دن کو نوجوانوں کی اکثریت لہو لعب اور رنگ رلیوں کی نذر کر دیتی ہے جو خدا کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے اللہ تعالی ہمیں ان خرافات سے بچائے آمین ۔

آخر میں ہم قارئین ترجمان اسلام کی خدمت میں خصوصاً اور ترجمان اسلام کی وساطت سے برادران وطن کی خدمت میں عموماً عید کے اس مبارک موقع پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے

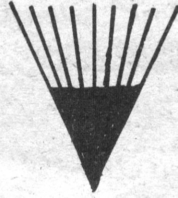
ایک تحقیقی مقالہ

مسلمانوں کی ابتر حالت کی وجوہات

قاضی عبدالستار

مسلمان اور اسلام دشمن تحریکیں

۱



ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ چودہ سو سال سے اسلام دشمن طاقتیں کسی نہ کسی طرح اسلام میں تفریق پیدا کر کے آہستہ آہستہ اس کی بنیادیں کھوکھلی کر کے کمزور کرنے کے درپے ہیں۔ چند اسلام دشمن گروہ جن کی پشت پر بڑی بڑی طاقتیں کارفرما ہیں جو اسلام کو اپنے اوچھے ہتھکنڈوں کا نشانہ بنانے میں لمحہ بھر بھی ضائع نہیں کرتے۔ ان گروہوں میں سے ایک گروہ وہ ہے جو جھوٹے نبیوں کی صورت میں اسلام میں مذہبی دینی اجتماعی تفریق پیدا کرنے کی کوششیں کر رہا ہے۔

دوم وہ گروہ ہے جو اسلام کی شکل میں اسلام کا نعرہ لگا کر مسلمانوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو چینئے چلاتے اور نشر و اشاعت کے زور پر اسلام کے دعویدار بن رہے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو اپنے اصلی روپ میں جھوٹے قسم کے شوشے چھوڑ دیتے ہیں تاکہ عوام کا ردعمل دیکھا جائے کہ ان میں کتنا ایمانی جذبہ موجود ہے۔ یعنی جدید اسلام کا دعویٰ، جہاد کو حرام قرار دینا، صحابہؓ کی شان اقدس میں گستاخی، خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر درجے پر رکھنا اور بعض اوقات اللہ جل شانہٗ سے بھی زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شعلہ بیانی میں بڑھ چڑھ کر پیش کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ سوئم کمیونزم کی صورت میں اور چہارم اسلامی سوشلزم اور سائنٹفک سوشلزم کی صورت میں۔ جب کہ ہمارے پاس خدا کا دیا ہوا قانون و ضابطہ حیات موجود ہے اور یہ قدرتی فیصلہ ہے کہ نظام حیات وہی بہتر انداز میں پیش کر سکتا ہے جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ کے لیے ہو۔ سوشلزم اور کمیونزم کے خالق اس کو بڑھانے پھیلانے والے جب اس دنیا میں موجود نہیں تو ہم یہ کیسے باور کر لیں کہ یہ نظام انسانی زندگی کے تمام تقاضوں کو ہر دور میں پورا کر سکے گا۔

پنجم، بداخلاقی کی صورت میں معاشرہ کو پراگندہ کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوان مسلمانوں کا رجحان ہپی ازم کی طرف ہے۔ اگر بنظر غائر مطالعہ کریں تو ان کو خاص کر نوجوانوں کو بیوقوف بنا کر اپنا مقصد حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ ہپیوں کے بڑے بڑے بالوں کو دیکھ کر انسان کو کراہت آنی چاہیئے مگر ہم بڑے فخر سے ان کے لباس کو اپنائے ہوئے ہیں اور بازاروں، دعوتوں، دوستوں اور ہر قسم کی سوسائٹی میں بیٹھے ہیں۔ غیرت کا مقام ہے، آج تک امریکہ، برطانیہ، چین، روس اور دوسرے مغربی ممالک نے ہماری تہذیب یا ہماری تہذیب کا کوئی حصہ نہیں اپنایا۔ برطانیہ نے یہاں ایک طویل عرصہ حکومت کی ہے۔ اور ان کی بود و باش ہمارے ساتھ اکھٹی تھی۔ باوجود اکھٹے ہونے کے آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ انہوں نے تمہارے معاشرے کی ایک انگوٹھی کو بھی اپنے معاشرہ میں سمو دیا ہے۔ شرم کا مقام ہے، غیرت کا مقام ہے کہ ہم نے کیوں رزیل قسم کے معاشرے کو اپنایا ہوا ہے۔

ششم، کلبوں کی صورت میں ثقافت کے نام پر نوجوان ذہن کو خراب کرنا، شراب نوشی کی عادت ڈالنا، ناچ اور رقص کی محفلوں میں عورتوں کے ساتھ بدکاری کرنا، یہاں انسانیت اور اخلاق زمین بوس ہو جاتا ہے کہ کسی کی بیوی کسی کے ہاتھ میں ہو اور پھر یہ کہا جائے کہ "کوئی مضائقہ نہیں"....

آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیوں اسلام دشمنی پر تلے ہوئے ہیں اور وہ کون سے عوامل ہیں جو اپنے مخصوص عزائم کی بنا پر اسلام اور اس کے ماننے والوں کو دنیا میں مٹانے پر مُصر ہیں؟

یعنی تو اسلام کی شکل میں اسلام کے ہی نقصان کے درپے ہیں۔ آخر کیوں؟

اس کی سب سے بڑی وجہ اسلام کا ہر محاذ پر ہر موقع پر ہر مسئلے میں کامل ہونا ہے اور مخالفین اس سے اسی وجہ سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور بات بھی بالکل واضح ہے کہ جو دولت رکھتا ہے ڈاکوؤں کا خوف اسی کو ہوتا ہے۔ لٹیروں کا رجحان اور توجہ اسی طرف ہوتی ہے ہمیں سوچنا چاہیے اور اس

شعور دیا ہے عقل و ہوش دیا ہے اور خدا نے ہمیں یہ قدرت بھی دی ہے تاکہ ہم خود سچے اور جھوٹے میں تمیز کر سکتے ہیں۔ لہذا آپ خود فیصلہ کریں کہ (حدیث) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے ایک طبقہ کے لوگ قیامت تک بدستور حق پر قائم رہیں گے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دین قیامت تک قائم و دائم و استوار رہے گا۔ جس کے تحفظ اور سربلندی کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کرتی رہے گی۔

آج مسلمانانِ عالم جس پُر آشوب دَور سے گزر رہے ہیں اس کی نظیر

کر کے مذہب اور مذہب کے ماننے والوں کی دیواروں میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔

اس وقت جب کہ دنیا کو گمراہی اور کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں نے گھیر رکھا تھا۔ بتقاضائے عادتِ الٰہیہ اسلام کے روشن آفتاب نے افقِ مشرق سے طلوع کیا اور اپنا تدریجی اور ارتقائی رفتار کے ساتھ ساتھ بلند ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک وقت آیا جب باری تعالٰے کے اس ارشاد:

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"

کے بعد اسلام تکمیل اور جامع معاشی سیاسی مذہبی معاملات کے حل کے نصف النہار پر جا پہنچا۔ لیکن ظلم کدہ عالم لبقہ نور بن گیا بصیرت سے بے بہرہ لوگ بدستور گمراہی میں پھنسے رہے۔ غرض

وہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجوہات کی بنا پر اسلام اور اس کے ماننے والوں کو دُنیا میں مٹانے پر مُصر ہے؟

مسئلہ پر غور کرنا چاہیے کہ اس دور میں دعویدارانِ اسلام زیادہ ہوتے کے باوجود حق پر کون ہے؟ بھیڑ بکریوں کی طرح ہم یہ تمیز نہ کر پائیں کہ چرواہا کون سا ہے اور قصاب کون سا ہے؟ اگر ہم ان حیوانوں کے برابر بھی عقل کے حامل نہیں تو ہم حیوان سے بھی بدرجہا بدتر ہیں۔

یہ ذمہ داری ہر مسلمان پر فرض کی مانند عاید ہوتی ہے تجربات سے کام نہ لیا جائے، یہاں عقلی دلائل اور وکالت کی ضر[illegible] نہیں، یہاں تو آپ کے پاس [illegible] حق و باطل کی [illegible] گئے ہیں۔ صرف تھوڑی سی بات ہے۔ ہمیں اللہ نے

اسلامی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے بلکہ اسلامی تاریخ تو کیا پوری انسانی تاریخ میں جس میں ہمارے دور سے زیادہ تغیرات واقع ہوئے ہیں۔ تمام دینی سیاسی کیفیات کی بنیادیں ہل گئی ہیں۔

تیرہ سو سال تک مذہب کو جن لوگوں نے جس طرح مضبوط بنایا تھا اسے نئے نظریات کے حامل گروپوں نے معاشی مسائل کے حل میں ناکامی کا الزام لگا کر مذہب کو فرسودہ اور اس کی تبلیغ کرنے والوں کو اس کو پھیلانے اور فروغ دینے والوں کو جہلا سے ملانے کی ناپاک سازش

اسلام کے اس منور آفتاب سے گلوب انسانی کی دنیا بیدار ہو گئی۔

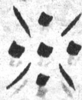
اب ۱۴ سو سال بعد حالت یہ ہے کہ الحاد اور زندقہ کے تند و تیز طوفان اٹھ رہے ہیں۔ دہریت کا سیلاب امڈا چلا آتا ہے۔ اخلاق اور روحانیات کے چاروں طرف سے امراضِ خبیثہ کے حملے ہو رہے ہیں ایمان اور ایقان کی مضبوط چٹان میں جہل و اوہام شکوک سے ٹکرا رہے ہیں۔ متاعِ ایمان پر ہر طرف سے ڈاکے پڑ رہے ہیں گوہر عرفان و ایمان کے لٹیرے اس گراں بہا دولت کو فرزندانِ توحید سے چھین

لینے کے لیے تاک جھانک کر رہے ہیں۔ غرض اولادِ آدم، بنی نوعِ انسان اللہ کی سرکش، بدمست اور نافرمان اولاد نورِ حق کو اپنے اپنے اصولوں اور طریقوں سے بجھانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ باعثِ ماتم و موجبِ تشویش امر تو یہ ہے کہ ہر فتنہ کی زد اسلام پر ہے۔ تمام فتنے فرزندانِ توحید کو راہِ حق اور حقیقت سے بھٹکانے ہی کے لیے کھڑے کیے گئے ہیں۔ بعض فتنے مارِ آستین بن کر اسلام کو فنا کردینے پر تلے ہوئے ہیں۔

چودہ سو سال بعد الحاد و زندقہ کے تند و تیز طوفان اٹھ رہے ہیں

قدرتِ کاملہ نے انسان کو ایک ایسی عام قوت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ضروریات فراہم کرتا ہے۔ اور مصائب و مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے۔ دشمن کے مقابلے کے لیے مدافعت کا سامان کرتا ہے۔ بیماریوں کا علاج کرتا ہے۔ دھوپ گرمی سے محفوظ رہنے کے لیے اس کے مطابق لباس اور مکانات بناتا ہے اس تمام قوت کا نام عقلِ کلی ہے، جو کہ خدا کی قدرت کے سامنے عقلِ محدودہ ہے۔

متاعِ ایمان پر ہر طرف سے ڈاکے پڑ رہے ہیں



اور نیکی و بدی کی راہ میں تمیز کرتا ہے لیکن بعض اوقات عقل پر خواہشِ نفس غالب آکر سارے کام کو ملیامیٹ کر دیتی ہے۔ نفس کا مغلوب انسان اپنے اور ابنائے جنس کے لیے نہایت خطرناک اور سیاستدان کی راہ میں ایک بھاری پتھر بن جاتا ہے حرص و طمع اس کو آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنے اور بیگانے کے مال و زر پر قبضہ کرلے اور ساری دنیا کا عیش و آرام اپنے لیے محفوظ کرلے۔ کینہ پروری کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے مخالفوں اور دشمنوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالیں۔ جاہ طلبی اور حرص و طمع کہتی ہے کہ تمام دنیا کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں اور خواہشِ نفس مجبور کرتی ہے کہ دنیا میں کسی کا شیشۂ عصمت محفوظ نہ رہنے پائے۔ عقل ان مزینت سوز جذبات و خواہشات سے انسان کو قدم قدم پر روکتی ہے۔ لیکن بعض امور ایسے پیش آتے ہیں کہ ان میں حکومت کا خوف اور ملامت کا ڈر، جاسوسوں کا کھٹکا، بدنامی کا احتمال اور انتقام کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اور عقل مخالفوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ایسے موقع پر ایک اور روحانی قوت اور پاکیزہ جذبہ سینہ سپر ہوتا ہے اسے نورِ ایمانی کہا جاتا ہے۔ یہ جذبہ مذہبی ہے۔ بس یہ چیز انسان کی اصل فطرت میں داخل ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

"قولہٗ تعالیٰ واقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیہا لاتبدیل لخلق اللّٰہ ذالک الدین القیم ولٰکن اکثر الناس لایعلمون"

ترجمہ:

"اپنا منہ سب طرف سے موڑ کر دین کی طرف کرو یہ وہ خدائی فطرت ہے جس پر خدا نے انسان کو مخلوق کیا۔ خدا کی خلقت میں تغیر نہیں ہوتا یہ ہی ٹھیک دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔"

یہاں یہ ثابت ہوا کہ سیاست بغیر مذہب کے ہلاکتِ تمدن، بلا مذہبی قوانین کے وحشت و بربریت اور معاشرت بلا مذہبی قیود کے آفت ہے۔ اگر تمدن و معاشرت اور سیاست میں نفسانی خواہشات کو حدِ اعتدال پر رکھنے والی کوئی قوت انسانی جذبات پر قابو رکھنے والی کوئی قوت نہ ہو۔ فقط امن کی کوئی حد مقرر نہ ہو تو امن و ترقی اور انسانی زندگی محال ہے۔ اور یہ کام کوئی جسمانی حکومت سرانجام نہیں دے سکتی، بلکہ انسانی جذبات پر قابو رکھنا اور کھلے چھپے حدِ معین سے تجاوز نہ ہونے دینا یہ طاقت اور کام صرف مذہب کا ہے۔ اس کے سوا یہ اثر و اقتدار کسی طاقت کو حاصل نہیں، چونکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ترقیاتی زمانے کا ساتھ

دیتا ہے اسلام میں قیامت تک باقی رہنے
کی صلاحیت ہے۔

عالمگیر مذہب

تغیر و تبدل کیا اور اس کی اصلی حیثیت کو مسخ کر دیا، زندگی کے دوسرے اصولوں، قاعدوں اور ضابطوں میں تو انہوں نے جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے،

نظریہ) پر جمع ہو جائیں"۔
وہ یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسری ہستی کی عبادت نہیں کریں گے اور اپنے مذہبی پیشواؤں کے کہنے پر چل کر خدا کے فرمان کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کریں۔

خواہشِ نفس مجبور کرتی ہے کہ
دنیا میں کسی کا شیشۂ عصمت محفوظ نہ رہنے پائے

کی بنیادی حقیقت خدا کا تخیل ہے۔ سو اسلام نے قومی معبود کو توڑ کر بتلا دیا کہ وہی اب رب العالمین ہے۔ یعنی نہ صرف انسانوں بلکہ تمام عالموں کا پالنے والا اور بنانے بگاڑنے والا ہے۔ اور تمام عالم کی قسمت کا مالک ہے۔ اس اعتقاد سے تمام قومیں ایک ہو سکتی ہیں مگر یہاں اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تمام قومیں اس نظریہ کو قبول کرتی ہیں تو پھر علیحدہ علیحدہ مذہبوں کی تشکیل اور ان کے لیے جنگ و جدل، ان کی تبلیغ اور نشر و اشاعت پر کروڑوں ڈالر روپیہ خرچ کرنے کا کیا جواز ہے؟

اس کا مختصر اور جامع جواب یہ ہے کہ چونکہ ابتداء میں جب ہر مذہب (سوائے اسلام کے) خدا نے اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے صادق فرشتے کے ذریعے پہنچایا تو اس وقت یہ پیغام اور دینا مذہب بالکل مصفا اور خصوصیات میں یکتا تھا۔ اس دور میں جب کہ عیسائیت یہودیت کو ہزاروں سال تک گزر گئے ہیں، ان کے مذہبی پیشواؤں نے اپنی زندگی اور سہولت کی خاطر اس میں زیادتی کی حد تک

خاص کانٹ چھانٹ کی مگر ہر مذہب کے اس بنیادی نظریے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جس کے متعلق آدم سے لیکر آج تک ہر مذہب اور ہر شخص متفق ہے، وہ خدا کی واحدنیت اور قادرِ مطلق ہونے کا نظریہ ہے۔ گو کہ اسلام چودہ سو سال سے ابھی تک من و عن محفوظ ہے، مگر دوسرے مذہب بگڑ چکے ہیں۔ ہماری دوسرے مذہبوں سے اشتراک کی دعوت صرف خدا کی واحدنیت تک محدود ہے۔

اس عالمگیر خدا کی واحدنیت کے نظریے کو قرآن نے بار بار دہرایا ہے اور کل عالم کی ذی شعور مخلوق کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی:

ہماری دوسرے مذہبوں سے اشتراک کی دعوت صرف خدا کی واحدنیت تک محدود ہے!

"قولہ تعالیٰ الیٰ کلمتہ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللّٰہ الخ" ترجمہ!
"اے لوگو جن کے پاس آسمانی کتابیں ہیں آؤ سب ایک بات (خدا کی واحدنیت اور قادرِ مطلق ہونے کے

چونکہ نظریۂ قادرِ مطلق اور خدائے واحد تمام مذاہب عالم کا نہ صرف درسِ اوّل ہے بلکہ مذہب کی عمارت کی اول بنیادی اینٹ ہے اس لیے قرآنِ کریم نے شروع ہی میں یہ اینٹ رکھ دی:
ملاحظہ ہو:
"الحمد للّٰہ رب العلمین"
تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں (کونسا اللہ) جو تمام عالموں (جہانوں) کا پالنے والا ہے۔

آج دنیائے اسلام پر وہی کیفیت ہے۔ حدیثِ رسولِ کریمؐ کے مطابق مسلمان ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔ فرقہ وارانہ شدتِ عقیدت کی وجہ سے ایک دوسرے کو ہر لمحہ تکفیری فتوے سے نیچا دکھا رہے ہیں۔ نفسا نفسی اور افراد پر شخصی بالادستی ایک اجارہ دار کی شکل میں بڑھ رہی ہے ان کی نوائے فکری کو محض تقلیدی جمود کی زنجیروں نے بری طرح جکڑ رکھا ہے۔ ان کا سیاسی اقتدار خاک میں مل رہا ہے۔ فوقیت اور برتری زائل ہو رہی ہے۔ اخلاق و روحانیات کے جذبات حیا و قہ فنا ہو رہے ہیں۔ ان کی عالمی اور قومی حیثیت مٹ رہی ہے۔ وہ اپنے مرکزِ حیات ارتقاء سے الگ ہو رہے

ہیں، اس کی وجہ جہاں یہ ہے کہ مذکورہ بالا قرآنی ہدایتوں اور پیغامات کو چھوڑتے جارہے ہیں، وہاں اسلامی تعلیمات سے منہ موڑتے جارہے ہیں، اسلام جو عالمگیر مذہب ہے اور دنیا میں بلند ترین اصول اور محکم فوائد لے کر آیا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے سچے متبعین کو ترقی و بلندی اور سعادت سے بہرہ ور کرتا ہے یہ قوانین اسلام کی پابندی کا نتیجہ تھے کہ اوراق تاریخ نے ان کے ناقابلِ فراموش کارنامے قیامت تک کے لیے محفوظ کر لیے۔ اسی طرح جب کبھی مسلمانوں نے امر دین کو چھوڑا اور قرآن پاک کی تعلیم سے منہ موڑا تو ان کی حالت ابتر ہو گئی۔ جہالت و ہلاکت و استبداد کا تسلط ان پر چھا گیا۔ قرآنِ پاک نے اپنے محکم اصول پیش کر کے مسلمانوں کو تنبیہ کر دی تھی کہ:

"قوله تعالیٰ ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم"

"اللہ پاک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے" دین فراموشی اور طبعی مدہوشی جو مسلمانوں پر صدیوں سے طاری ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امت مسلمہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ مصائب اور آفت کے پے در پے حملوں نے انہیں جاں بلب کر دیا۔ اسلام پر یہ دشمن طاقتوں کی طرف سے بلائیں نازل ہوئیں۔ تباہی و بربادی یکے بعد دیگرے مسلمانوں کو تباہ کرتی گئیں اور اسلام کے نام لیوا مذہبی طور سے کھائے ہوئے بھوسے کے مانند ہو گئے۔

خدا اپنی نعمتوں کو کسی قوم سے نہیں چھینتا جب تک وہ خود اپنے حالات نہ بدلے۔ پس مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا یعنی سرفرازی سے سرنگوں، عزت کے بعد ذلت، قوت کے بعد ضعف اور اکثریت کے بعد اقلیت یہ حرف دین قیم کے قوانین سے انحراف اور اس کے اصولوں کی توہین اس کے عقائد اور احکام کی خلاف ورزی اور اس کی تعلیمات کو ترک کر دینے کا نتیجہ ہے، ورنہ دین وہ تھا جو مسلمانوں کی دینی و دنیاوی عادتوں، کامرانیوں اور سرفرازیوں کا ضامن و کفیل تھا۔ جیسا کہ ظاہر ہے ہم نے دین کو چھوڑا، خدا نے ہمیں چھوڑا نہیں بلکہ ہمارے رجوع الی اللہ کا انتظار کر رہے ہیں۔

نظریۂ قادرِ مطلق تمام

مذاہب عالم کا درسِ اوّل ہے

اس تباہی و بربادی کی تقاریر، خطبات، اخبار و رسائل اور بازاروں میں تشہیر کرنے سے کچھ نہیں بنتا۔

اب ہمیں کیا کرنا ہے؟

ہم خدا کے بھیجے ہوئے پیغامبر اور ہادی برحق کی تعلیمات پر مکمل عمل کریں۔ صحابہؓ کا اسوۂ حسنہ پیدا کریں، احادیث و قرآن کی روشنی میں دکانداری سے لے کر حکومت تک نظام چلائیں۔ ایمان و عقائد میں وہی پختگی اور یگانگت پیدا کریں جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں تھی۔

عقائد باطلہ کو پس پشت ڈال دیں ایک عقیدے اور ایک نظریے، "ایک خدا، ایک رسول پر، ایک کتاب اور احادیث پر عمل پیرا ہوں کیونکہ قوانینِ اسلامی ہی ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو سیاسی اقتدار اخلاقی روحانیت کے جذبات صادقہ اور ارتقاء کو یکجا کرتی ہے۔ مثلاً مجلس اور معاشرتی قوانینِ سلطنت میں جمہوریت کا قیام فوجی اصول، لین دین کے معاملات اور دیوانی و فوجداری قوانین اصول۔

اسلام نے دیوانی اور فوجداری قوانین کے اصول ایسے عمدہ ہمہ گیر اور اعلیٰ قائم کیے ہیں جو ہر پہلو سے مفید اور معتدل ہیں۔ اگر دیگر مذاہب کے اصولوں کا موازنہ کریں تو ہمیں افراط و تفریط کی شکل میں ملیں گے۔ مثال کے طور پر فوجداری سزاؤں پر نظر ڈالیں:

توریت میں ہے۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان۔ اس میں سختی کا پہلو کس قدر نمایاں ہے۔

انجیل میں ہے کہ جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی پھیر دے۔ اس میں نرمی کی ناقابلِ عمل صورت ہے۔

اب ہندوؤں میں "منو" کے مقرر کردہ قوانین پر نظر ڈالیں تو توریت سے بھی زیادہ سخت اور ناقابلِ عمل ہے۔ ان کی اس نرمی اور سختی کو ابدی بنیاد قرار نہیں دی جاسکتی۔ اور نہ ہی ہر زمانہ ہر موقع پر ان پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ ان مروجہ مذاہب کے مقابلہ میں اسلام نے ایسا زریں اصول قائم کیا ہے، جو تمام زمانوں کے لیے قوانینِ فوجداری کی بنیاد ہے اور فطرتِ انسانی کے مطابق ہے اور یہ ہے کہ:

"فجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی الله ان الله لا یحب الظلمین۔"

یعنی بدی کا بدلہ بدی ہے اور جو اس کے مطابق ہو، پھر جو معاف کر دے اور مطلب اس کی اصلاح ہو تو اس کا اجر اللہ کے حضور ہے۔ بے شک اللہ ظالموں کو محبوب نہیں رکھتا۔

اس میں دو باتیں قابلِ غور ہیں: اوّل

تو یہ کہ سزا کا معیار ایسا ہونا چاہیے جو جرم کے متوازی ہو۔

> "وہ سرفرازی سے سرنگوں، عزّت کے بعد ذلّت، قوّت کے بعد ضعف، اکثریت کے بعد اقلّیت"

چونکہ جرم کے مطابق سزا کا تجویز کرنا مختلف ادوار اور مختلف حالات کے تحت جدا جدا ہوتا ہے اس لیے اس چیز کو قوانین وضع کرنے والوں پر چھوڑ دیا ہے، کہ جو سزا تم مناسب سمجھو تجویز کرلو مگر اتنا خیال رہے کہ جرم سے سزا نہ گھٹے نہ بڑھے۔

دوسرا یہ کہ سزا کا مقصد ہمیشہ اصلاح ہونا چاہیے۔ اگر عفو و درگزر میں کوئی مصلحت ہو تو بہت اچھا ہے۔ اس کا اجر خدا کے یہاں ملے گا لیکن ساتھ ہی یہ تشریح کر دی ہے کہ اگرچہ عفو کرنا ایک اچھی عادت اور عند اللہ اجرِ عظیم کی مستحق ہے۔ مگر ہر حالت میں نہیں۔ اگر عفو سے مستغیث پر ظلم ہوتا ہو تو یہ بڑا ظلم ہے اور اللہ ظالموں کو محبوب نہیں رکھتا۔ یہ ہے اسلام کا زریں اور اعلیٰ فوجداری اصول۔ آج مہذب اور ترقی یافتہ اقوام و قوانین کے تعزیرات چل رہے ہیں۔ نظامِ شریعت ہی دینِ حقہ کو تحریف و تبدیلی اوہام و خرافات سے پاک کر کے خالص دینِ الٰہی کی تعلیم دیتی ہے۔ پاکستان کی سالمیت، امن و بقا نظامِ شریعت کو اپنانے میں مضمر ہے۔

"اَللّٰھُمَّ ارفع عن المسلمین ما نزل بھم ولا تسلط علیھم مَن لّا یرحمھم فقد حل بھم مَا لا یدفعہ غیرُک ولا یدفعہٗ سواک۔ اللّٰھُمَّ فرّج عنّا یا کریم یا ارحم الراحمین و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین ٥

لفظ کیسے بنا؟"

معاً جواب دیا۔

"بھائی، کھٹمل کے معنی ہیں چارپائی کا پہلوان، مَل کے معنی پہلوان اور کھٹ ہندی میں کھاٹ کا مخفف ہے۔ جس کے معنی چارپائی کے ہیں۔"

مولانا محمد یعقوب نے بھی مولانا محمد قاسم کی طرح زیادہ لمبی عمر نہ پائی۔ دیوبند میں ہیضے کی وبا نازل ہوئی۔ تو مولانا کے گھر میں چودہ افراد لقمۂ اجل ہوئے۔ مولانا نے آسمان کی طرف دیکھ کر ایک عالمِ جذب میں کہا تھا۔ کہ:

"کیا میری باری ابھی نہیں آئی"۔

لیکن مولانا کی باری واقعی آچکی تھی۔ آپ دیوبند سے اپنے وطن نانوتہ تشریف لے گئے۔ اور وہیں ایک شب ہیضے کا حملہ آپ پر ہوا۔ کوئی دوا اور علاج کام نہ آیا۔ اور آپ عشاء کی نماز کے بعد ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ بمطابق ۱۸۸۴ء رات ایک بجے اپنے پروردگار سے جا ملے۔

تدفین نانوتہ کے شمال میں واقع، باغِ نَو کے اندر عمل میں آئی۔ یہ باغ مولانا کے فرزندِ ارجمند معین الدّین نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ٥

وفات کے وقت مولانا کی عُمر ۴۹ برس اور ۱۹ دن تھی!

ذکر یعقوبؒ

کرے گا تو یہ لوگ تو بڑے مزے میں ہوں گے"۔

مولانا نے فرمایا:

"انہیں کیا خاک مزہ ہوگا۔ وہ راحت کا لطف کیا اٹھائیں گے۔ جو راحت بعد کلفت کے حاصل ہو۔ اس میں لذت ہوتی ہے۔ جنت میں آرام اور چین ہم کو ملے گا۔ جو مختلف شدائد و آلام اور مصائب و نوائب جھیلے ہوئے ہیں"۔

اس سلسلے میں فرمایا۔

"میاں! جنت میں چھوٹی موٹی خدائی ہو گی ہماری۔ یہ خدا کی شان ہے۔ کہ "کُن" کہہ دیا اور ہو گیا ——— جنتی کی خواہش کا فوراً ہی ظہور ہو جانا، اسی شانِ خدائی کا مظہر ہے!"

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا۔

"مولانا! کھٹمل کی تحقیق کیا ہے؟ یہ

جناب نور احمد چشتی

اعتکاف اور اس کی فضیلت

قرآن و سنت کی روشنی میں

اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مسجد میں عبادت سمجھ کر ٹھہرے رہنے کی نیت کرے۔ ایسی مسجد میں جہاں جماعت ہوتی ہو۔ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب [۱]، سنت موکدہ [۲]، مستحب [۳]۔

اعتکاف واجب

جو منت یا نذر کی وجہ سے ہو مثلاً کسی نے منت مان لی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا۔ یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یوں ہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرلیا۔ یہ اعتکاف واجب ہو جاتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کا پورا کرنا لازمی ہے۔

اعتکاف سنت موکدہ

وہ ہے جو رمضان المبارک کے آخیر عشرہ کا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ان دنوں کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔ اس کی ابتداء رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ کی شام کو یعنی غروب آفتاب سے ہوتی ہے۔ اور عید کا چاند نظر آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ چاند خواہ انتیس ۲۹ کا ہو یا تیس ۳۰ کا۔ یہ اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی بعض لوگوں کے ادا کر لینے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے۔

اعتکاف نفل

یہ ہے کہ جس کے لیے نہ کوئی وقت معین ہے اور نہ ہی دنوں کی مقدار ہے جتنے وقت یا جتنے دنوں کا چاہے کرے۔ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کرے تب بھی جائز ہے البتہ کمی میں اختلاف ہے امام اعظم علیہ رحمت کے نزدیک اعتکاف ایک دن سے کم جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے۔ مثلاً دس منٹ یا پندرہ منٹ کا۔ اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ اس لیے ہر شخص کے لیے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوا اعتکاف کی نیت کرلیا کرے۔ یعنی جتنی دیر مسجد میں نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ میں مشغول ہوں اتنے وقت کا اعتکاف کرتا ہوں۔ اس سے اعتکاف کا ثواب بھی مل جائے گا۔ نماز، تلاوت وغیرہ کا بھی ثواب مل جائے گا۔

اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اعتکاف کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہ ہو، اس در سے نہ ٹلونگا۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقتاً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کی ذات تو بخشش کے لیے بہانہ ڈھونڈتی ہے

رحمت حق "بہانہ" مے جوید

اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی رہتی ہے۔ بہاء یا قیمت نہیں تلاش کرتی۔

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لیے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ جس پر اکرام فرمائیں تو اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کر سکتا ہے

ابن قیم رح کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح دل کو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کرنا ہے، کہ سب طرف سے ہٹ کر صرف اسی کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور ساری مشغولیتوں کے بدلے میں اسی پاک ذات سے مشغول ہو جائے صاحب مراقی الفلاح فرماتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص نیت کے ساتھ کیا جائے تو افضل ترین اعمال سے ہے۔ اور اس کی خصوصیتیں حدِ احصاء سے خارج ہیں۔ اس میں دل کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا ہے۔ اور آقا کی چوکھٹ پر جا پڑتا ہے۔ کیونکہ انسان اپنا پھرنا، کام و کاج، سیر و تفریح، اور گھر کا آرام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے مسجد میں جا ٹھہرتا ہے۔ گویا اعتکاف کرنے والا اپنا تمام بدن اور تمام وقت کو خدا کی عبادت کے لیے وقف کر دیتا ہے اور معتکف آدمی فرشتوں کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے، کہ ان کی طرح ہر وقت عبادت، تسبیح و تقدیس، تحمید میں مشغول رہتا ہے اور اس طرح سے معتکف آدمی خدا کا پڑوسی بلکہ اس کے گھر کا مہمان ہو جاتا ہے جس طرح دنیا میں انسان اپنے مہمان کی عزت و تکریم کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے مہمان کو انعام و اکرام اور مغفرت سے نوازتا ہے۔ اور اس کے

صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف فرما کر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔

اعتکاف درست ہونے کے لئے شرائط

۱۔ مسلمان ہونا (۲) عاقل و بالغ ہونا
۳۔ نیت اعتکاف کی کرنا (۴) حدث اکبر حیض و نفاس سے پاک ہونا (۵) ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جہاں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو۔ یہ باتیں ہر قسم کے اعتکاف کے لیے شرط ہیں۔ اعتکاف واجب کے لیے روزہ بھی شرط ہے۔

مرد کے لیے سب سے افضل جگہ اعتکاف کے لیے خانہ کعبہ ہے۔ اس کے بعد مسجد نبوی اس کے بعد مسجد اقصیٰ ہے اس کے بعد کوئی جامع مسجد ہو اس میں اعتکاف کرنا چاہیئے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اس مسجد میں اعتکاف کرے جس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ پر اعتکاف جائز نہیں۔ فتویٰ اسی پر ہے اور عورت کے لیے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیئے اگر گھر میں مسجد کی جگہ متعین نہ ہو تو گھر کے کمرے کے کونے کو مخصوص کرے۔ عورت کے لیے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ آسان ہے عورت گھر میں بیٹھے بیٹھے گھر کی لڑکیوں سے کام کاج بھی کروا سکتی ہے اور اعتکاف کا ثواب بھی حاصل کر سکتی ہے

اعتکاف میں مندرجہ ذیل اشیاء مستحب ہیں

نیک اور اچھا
باتیں کرنا (۲) قرآن شریف کی تلاوت کرنا (۳) درود شریف پڑھتے رہنا (۴) علوم دینیہ پڑھنا پڑھانا (۵) وعظ و نصیحت کرنا

معتکف کو جن عذروں سے باہر نکلنا جائز ہے

پائخانہ پیشاب کے لیے، غسل فرض لگے ہے، جمعہ کی نماز کے لیے اتنی دیر پہلے کہ مسجد میں پہنچ کر خطبہ سے پہلے صرف چار سنتیں پڑھ سکے۔ اذان کہنے کے لیے مسجد سے باہر نکل کر اذان کی جگہ پر جانا جائز ہے۔

اعتکاف میں مکروہ باتیں

اعتکاف میں بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا سامان مسجد میں لاکر بیچنا یا خریدنا، لڑائی جھگڑا یا بیہودہ باتیں کرنا، مکروہ ہے۔ البتہ بلا عذر قصداً یا سہواً مسجد سے باہر نکلنا۔

حالتِ اعتکاف میں صحبت کرنا

ضرورت سے زائد مسجد سے باہر ٹھہرنا اعتکاف کو توڑ دیتا ہے۔ اعتکاف واجب کی قضا واجب ہے۔ اعتکاف سنت اور نفل کی قضا نہیں۔ اعتکاف شب قدر کے قدر دانوں کے لیے بہترین صورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور آخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی۔ رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے ہمیں بھی چاہیئے کہ رمضان المبارک میں زیادہ عبادت کریں۔ اور خاص طور پر اخیر عشرہ میں

حیرت انگیز انکشافات

ملازمت کے دوران چند صحافیوں اور محکمہ انسداد رشوت ستانی کے آفیسرز کو بھی منتھلی دینی پڑتی ہے، ورنہ انسداد رشوت ستانی آفیسرز جھوٹے مقدمات میں بھی پھنسا دیتے ہیں۔ اور صحافی بڑھا چڑھا کر خبریں شائع کروا دیتے ہیں۔ اور ہمیں اپنے آفیسرز کی بھی گھریلو ضروریات پوری کرنا ہوتی ہیں اور اگر ہم انکی ضروریات پوری نہ کر سکیں تو ہمیں "نکمے" اور "نکھٹو" گردان کر معطل کر دیا جاتا ہے۔

میری نظر میں تو ناقص کاموں کا سلسلہ پوری طرح روکنا ناممکن ہی ہے۔ تاآنکہ ملک میں مکمل طور پر اسلامی نظام کا نفاذ عمل میں نہ آجائے۔

ہم بہت سے اوورسیئرز اور آفیسرز کے گھر میں گئے لیکن انہوں نے ہمیں معلومات فراہم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور خود کو انتہائی ایماندار ظاہر کیا۔ جبکہ معمولی تنخواہ لینے والے ان ملازمین کے گھروں میں ٹی وی، فرج، اعلیٰ ٹیپ ریکارڈر نئے سکوٹر اور بعض کے پاس کاریں یعنی زندگی کی تقریباً سبھی اعلیٰ آسائشیں ان گھروں میں موجود تھیں۔ جو عام ضروریاتِ زندگی بھی بڑی مشکل سے پوری کر سکتے ہیں، ان کے متعلق پتہ چلا ہے کہ انہوں نے بہت سے ٹھیکیداروں کے ساتھ حصہ داریاں کر رکھی ہیں۔ اور کچھ نے اپنے بھائیوں بھتیجوں کو اپنی رقم سے ٹھیکیداری شروع کروا رکھی ہے۔ اور دولت لوٹنے میں مصروف ہیں۔

بل ملنے کے بعد اکثر ٹھیکیدار اور ساتھ ہی آفیسرز قحبہ خانوں، اوباش عورتوں کے اڈوں بجوا خانوں اور شراب خانوں میں نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں کی عیاشیوں کی داستانیں بھی بہت لمبی ہیں۔ اور چند ہی لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو عیاشیوں سے بچے ہوئے ہیں۔

ہر سال جون کے آخر میں ٹھیکیداروں کے بقایا جات اور بل مل جاتے ہیں اور یکم جولائی کی رات عیاشی کے اڈے ٹھیکیداروں اور آفیسرز کی رونق سے چمک دمک رہے ہوتے ہیں۔ کوٹھیوں میں بڑے وسیع پیمانے پر راگ رنگ، شراب اور شباب سے بھرپور تاریخی جشن منائے جاتے ہیں!



فاضلِ بے بدل، عالمِ باعمل، عارفِ کامل، اُستاذُ الاساتذہ

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی

ذکرِ یعقوب

کی سیرت کے چند مجلّٰی اوراق

مقبول جہانگیر

مولانا کو دوسرے حج کی سعادت ۱۸۷۶ء میں ملی۔ اس حج میں علماء کا ایک قافلہ ہندوستان سے روانہ ہوا تھا جس میں بڑے جلیل القدر حضرات شامل تھے۔ مولانا محمد یعقوب نے ان کی تعداد اٹھارہ سے لے کر بیس تک بتائی ہے ان میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، حکیم ضیاء الدین مولانا محمد مظہر، مولانا محمد یعقوب، مولانا رفیع الدین مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا محمود حسن صاحب، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولوی احمد حسن کانپوری ایسے مشاہیر بھی شامل تھے۔ قافلہ سالار مولانا رشید احمد گنگوہی تھے۔

اس سال ترکی اور روس میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ عوام کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ حضرات دینی معاونت کے لئے سفرِ حجاز کے حیلے سے حقیقت میں ترکی کا سفر کر رہے ہیں۔ تاکہ رضاکاروں میں شامل ہو کر مجاہد فی سبیل اللہ بنیں۔ اور ترکی کی طرف سے روس کے خلاف جنگ میں شریک ہوں۔ مکہ معظمہ پہنچ کر یہ سب حضرات حاجی امداد اللہ صاحب کے ہاں رباط میں ٹھہرے۔

مولانا کو اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب سے نہایت الفت تھی۔ اور یہ الفت بڑھ کر عشق کے درجے میں داخل ہو گئی تھی۔ اس دور میں حاجی صاحب مے خانۂ روحانی کے جلیل القدر ساقی تھے۔ معرفت اور سلوک میں ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ اور صاحبِ کشف و کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے۔ عوام و خواص میں سے تقریباً پانچ سو علماء نے حضرت حاجی صاحب کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی۔ مولانا یعقوب کے بچپن کے دوستوں مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے جب حاجی صاحب کا دامن تھاما تو مولانا خود کب پیچھے رہ سکتے تھے۔ انہوں نے بھی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کا بیان ہے کہ مولانا یعقوب فطری طور پر نفس کی کدورتوں سے پاک تھے۔ اس لئے منازلِ سلوک طے کرنے میں انہیں بڑے مجاہدوں کی ضرورت پیش نہ آئی۔ حاجی صاحب بھی ان کو زیادہ ذکر و شغل اور عبادت میں نہیں رکھتے تھے بلکہ ناز برداری سے تربیت فرماتے تھے۔ شیخِ کامل ہونے کے باوجود مولانا اپنے آپ کو آخر وقت تک ادھورا ہی سمجھتے رہے فرماتے تھے:

"ہر چند کہ بظاہر توبہ کی۔ اور مرشد العالم حضرت حاجی صاحب مدظلہ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا مگر اصلی بات کہاں بدلتی ہے۔ ویسے کا ویسا ہی رہا۔"

حاجی صاحب کی ان پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ بیعت کے چند برس بعد ہی ۱۲۸۲ھ میں خلافت عطا فرما دی تھی۔

اپنے پیر بھائیوں کی نگاہ میں بھی مولانا کا بڑا مرتبہ تھا۔ اور سب احترام سے پیش آتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا یعقوب گنگوہ تشریف لے گئے۔ مغرب کی جماعت تیار تھی اور مولانا رشید احمد گنگوہی امامت کے لئے مصلّے پر پہنچ گئے تھے۔ لیکن انہوں نے جونہی مولانا یعقوب کو دیکھا، فوراً پیچھے آ گئے۔ اور مولانا کو امام بنایا۔ مولانا یعقوب چونکہ سفر سے آ رہے تھے اور پیروں پر دھول جمی ہوئی تھی۔ اس لئے مولانا گنگوہی نے رومال لے کر آپ کے پاؤں جھاڑنا شروع کئے۔ مولانا یعقوب اطمینان سے کھڑے تسبیح پڑھتے رہے۔ اور ذرا جنبش نہ کھائی۔

مولانا کا باطن آئینے کی طرح صاف شفاف تھا اور تقوٰی کی چمک دمک اس باطنی آئینے میں صاف نظر آتی تھی۔ مولانا اس کا بڑا اہتمام رکھتے تھے کہ کوئی ناجائز غذا معدے میں نہ جائے۔ ایسی غذا سے فوراً طبیعت متغیر ہو جاتی اور اعمالِ صالحہ سے دل دور ہونے لگتا۔

مولانا فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ کسی رئیس کے ہاں سے لڈو آئے۔ ان میں سے ایک لڈو میں نے کھا لیا۔ اس کا کھانا تھا کہ قلب میں سخت ظلمت پیدا ہوئی اور نت نئے شیطانی وسوسے اس کثرت سے نمودار ہونے لگے۔ کہ میں پریشان ہو گیا۔ اسی حالت میں ایک مہینہ گزر گیا۔ میں روتا تھا اور توبہ کرتا تھا کہ یا الٰہی! یہ کیا ہو گیا۔ آخر اللہ نے اس مرض سے نجات دی۔"

مولانا کو حسنِ خاتمہ کی بڑی فکر تھی۔ ہر آن اسی میں غلطاں و پیچاں رہتے اور دوسروں سے بھی ذکر کیا کرتے تھے ایک دوست کو خط میں کس حسرت سے

لکھتے ہیں:

"مدار ساری عمر کا خاتمے پر ہے۔ دیکھیے اس وقت کیا رنگ ہو۔" خاتمے کے ڈر سے جگر آب اور سب حالِ بزُب خراب ہے۔ ساری عمر کا کیا کرایا سب آن بھر میں اکارت ہو جاتا ہے جو اس معرکے سے ایمان سلامت لے گیا۔ اس کو مبارک باد اور سو مبارک باد۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو نجات پا گیا۔ اس کا کیا کہنا ہے۔"

مولانا محمد یعقوب صاحب کی تقریر نہایت علمی اور دقیق ہوتی تھی اور ان کے ہاں اتنے علوم تھے کہ سبحان اللہ۔ تقریر سن کر معلوم ہوتا تھا کہ ایک کتب خانہ کھول دیا ہے۔ اس علم و فضل کے باوجود مزاج میں اتنا انکسار تھا کہ جہاں کسی بات میں شبہ ہوتا، ماتحت مدرسوں سے بلا تکلف پوچھ لیتے تھے۔ اس تبحر اور کمال کے باوصف حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو اپنے مرشد کی جگہ مانتے تھے۔ اور حاجی امداد اللہ صاحب کی وفات کے بعد ان سے اپنی اصلاح کے متمنی تھے۔ لیکن جب غصہ آتا تھا تو نازمیں مولانا رشید احمد کو بھی بہت کچھ کہہ ڈالتے۔

مولانا کو ان کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے سندِ خلافت عطا فرمائی تھی اور حکم دیا تھا کہ جو شخص تم سے اللہ کا نام پوچھنا چاہے، بے دریغ بیعت کر لینا۔ چنانچہ اپنے آپ کو ناکارہ نامکمل سمجھنے کے باوجود، مولانا اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں بیعت کی درخواست بہت کم ردّ فرماتے۔ انہوں نے اپنے مریدوں کی اصلاحِ نفس اور تربیت کے لیے جو تعلیم دی ہے وہ بہت بااثر اور مفید ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں علم و معرفت اور حقائق و معنی کے دریا بند کر دیے ہیں۔

مولانا نے اپنے مریدِ صادق منشی محمد قاسم نیا نگری کو اصلاح و ہدایت کے سلسلے میں مختلف مواقع پر مکتوب لکھے ہیں۔ انہیں مکتوبات میں سے بعض کا خلاصہ چند چند سطروں میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو گا کہ مولانا اپنے متبعین کو جو تعلیم دیتے تھے وہ عین قرآن اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھی۔

"مناسب ہے کہ ہر روز ایک وقتِ متعین پر موت کو یاد کر لیا کرو۔ اس طرح کہ موت کا نقشہ جی پر جم جائے۔ اور زیارتِ قبور وقت بے وقت کرتے رہو اور عوام مومنین کے مقابر میں بھی کبھی کبھی جا کر ان کو فاتحہ و ثواب سے یاد کیا کرو۔"

"تم جانتے ہو علم اور شے ہے عمل اور شے۔ علم سے عمل کے بغیر کچھ حاصل نہیں، خاص کر جب علم بھی ناتمام اور ناقص ہو تو سراسر بے کار ہے۔ شیخ کامل اور واصل کے بغیر سلوک بھی بیکار ہے۔"

"قطع نہیں ہوتا۔"

"برادر عزیزا!

موت نہایت سخت چیز ہے۔ اور آدمی اس سے نہایت غافل اور بڑا بے پروا۔ بڑی بات یہ ہے کہ آدمی جب دنیا سے اٹھے، اپنے مالک سے غافل نہ ہو۔ اگر گنہگار شرمندہ ہے، کچھ خوف نہیں، خدا نخواستہ اگر مال و منال کی حسرت یا اہل و عیال کی محبت یا اپنے بیگانوں کے رنج مفارقت میں دم آخر ہوا۔ تو حسرت کی جگہ ہے اور کمالِ خوف ہے۔"

"ذکرِ الٰہی کے لیے شکم سیر ہو کر کھانا مضر ہے اور یوں بھی صحت کے لیے مفید نہیں۔ ذکرِ الٰہی کے لیے کم خوری نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ زیادہ کھانے سے نفس موٹا اور کاہل ہو جاتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ آدھی بھوک کھائے اور آدھا پیٹ خالی رکھے۔ آدمی پہلے اپنی خوراک کا اندازہ کرے اور پھر اسی حساب سے کم کر دے۔"

شیخ کامل ہونے کے باوجود

مولانا اپنے آپکو آخر وقت تک

ادھورہ ہی سمجھتے رہے

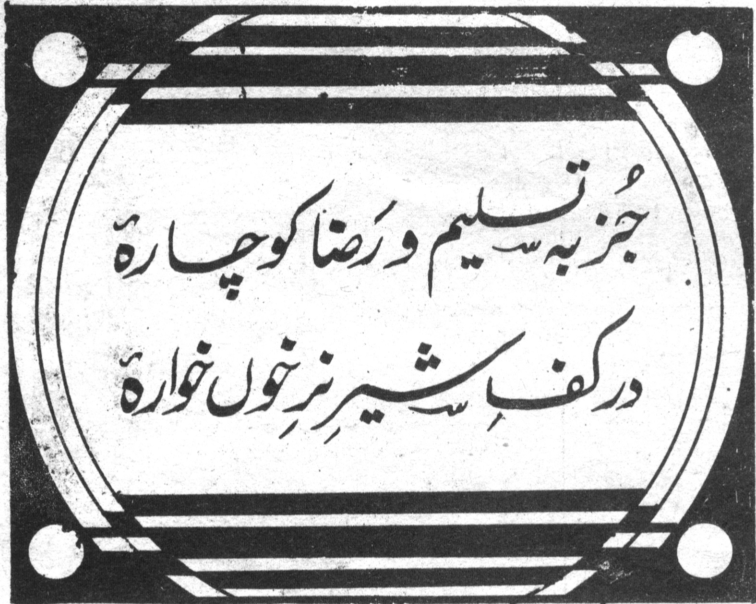
"آدمی فکرِ آخرت کرے اور لوگوں کے جھگڑے ٹنٹے انہی کے سپرد کر دے۔ مسافر راہ گیر کو کسی کے جھگڑے، تحقیق و تفتیش اور حق و باطل کے مقدمات سے کیا کام؟ مسافر کا کام یہ ہے کہ اپنی راہ لگے اور راہِ حق واضح ہے۔ جہاں اشتباہ ہو تحقیق کرے، راستہ چلے بغیر

"انسان سے جس قدر لوگوں سے اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت گزارتا ہے صوفیاء کے نزدیک وہ وقت ضائع کرتا ہے۔ ذاکر شاغل کو چاہئے کہ بغیر ضرورت کسی سے نہ ملے اور دوستوں سے ملنا اور جس سے جی دین کی طرف متوجہ ہو، والدین اور اہل و عیال سے ملنا بہ ضروریات میں داخل ہے۔ مگر اتنا نہیں کہ طلب میں خلل ڈالے اور دنیادی یا دینی کام کا حرج ہو۔ ایسے لوگ جن کی ملاقات سے دنیا کی رغبت دل میں پیدا ہو ان سے نہ ملنا بہتر ہے۔

"دنیا کا کاروبار آدمی اس لئے کرے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بیکار نہیں۔ ان سے محنت کرے اور والدین کی خدمت، اور اہل و عیال کا نفقہ حاصل کرے، لیکن اتنا نہیں کہ بس دنیا ہی کا ہو رہے۔ یہ علامت غفلت کی ہے۔ اور اگر نیت پہلی صورت کی ہے تو دنیا کی مشغولیت دین ہی میں شمار ہوگی۔ بلکہ کھانا پینا بھی اسی نیت سے کرے کہ بہ حکمِ خداوندی ہے۔"

"تم چند مالداروں سے مل کر پوچھ لو۔ وہ تم سے زیادہ اپنی حاجات بیان کریں گے کہ پوری نہیں ہوتیں۔ اور انہی کے غم میں دن رات گھلے جاتے ہیں۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بے چارے بہت راحت میں ہیں راحت انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں ملے گی۔ دنیا تو کشاکشی کی جگہ ہے، یہاں راحت کہاں؟"

مولانا رحمۃ اللہ علیہ طبیب روحانی ہونے کے علاوہ طبیب جسمانی بھی تھے آپ کے نسخوں کی بیاض سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے زمانے کے حاذق طبیب تھے، اور مریض کا بہت کامیابی سے علاج معالجہ کرتے تھے، یہاں تک کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے مرضِ وفات میں بھی مولانا یعقوبؒ نے علاج کی خدمات انجام دی ہیں۔ عمدہ عمدہ مجرب نسخوں کی تلاش میں رہتے اور جہاں کوئی اچھا نسخہ دیکھ پاتے اسے اپنی بیاض میں درج کر لیتے۔ لیکن علاج کے نام پر کسی سے ایک پیسہ لینے کے روادار نہ تھے۔ محض مخلوقِ خدا کے فائدے کے لئے علمِ طب حاصل کیا تھا۔



مولانا کی سیرت میں تزکیۂ نفس، سلوک و معرفت، شوق و ذوق، زہد و اطاعت، اور ذکر و شغل کے ساتھ جو صفت نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ وہ ان کے اعلیٰ درجے کے اخلاق، سادگی اور بہترین عادات ہیں۔

یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ان کی زندگی ہی میں اولاد سمیت گھر کے چودہ افراد وفات پا چکے تھے اور یہ موتیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے آگے پیچھے واقع ہوئی تھیں۔ لیکن مولانا بڑے صابر تھے۔ کبھی نہ روئے نہ بے صبری اور شکایت کی بات زبان سے نکالی۔

مولانا تھانوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تنہائی نہیں بیٹھے ہوئے میں نے سنا کہ یہ شعر پڑھ رہے تھے اور آواز بھرّائی ہوئی تھی۔

جُز بہ تسلیم و رضا کو چارہ
در کفِ شیرِ نرِ خوں خوارہ

سادگی اور بے تکلفی کی تصویر تھے۔ ایک بار گنگوہ تشریف لائے۔ مولانا کے پاجامے میں کمر بند کے بجائے بان پڑا ہوا تھا۔ مولانا گنگوہی نے پوچھا"

"یہ بان کیوں ڈالا ہے؟"

جواب دیا،

"کمر بند تلاش کیا مگر اسوقت نہیں ملا۔ اس لئے بان ڈال لیا"۔

مولانا گنگوہی نے کہا۔

"میرا کمر بند الگنی پہ پڑا ہے۔ وہ ڈال لو"۔

مولانا یعقوب نے کسی پس و پیش کے بغیر الگنی سے کمر بند کھول لیا۔ دیکھا کہ اس میں ایک روپیہ بندھا ہے۔ مولانا گنگوہی سے کہنے لگے کہ اسمیں تو روپیہ بندھا ہے حضرت نے فرمایا۔

"روپے سمیت کمر بند آپ کی نذر ہے"۔

چنانچہ مولانا محمد یعقوب نے روپیہ لے لیا اور کمر بند پاجامے میں بلا تکلف ڈال لیا۔

ایک مرتبہ مولانا کو نانوتہ جانے کے لئے کوئی سواری نہ ملی اور پیدل جانے کو طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ کسی نے اپنا گدھا پیش کیا۔ کہ مولانا اس پر سوار ہو کر چلے جائیے۔

کوئی اور ہوتا تو اس پیش کش پر چیں بجبیں ہوتا مگر مولانا ایسے بے نفس تھے کہ بڑی خوشی سے گدھے پر سوار ہوئے، اسی پر اپنی کتابیں لادیں اور نانوتہ چل دیئے۔

مولانا تھانوی کی روایت ہے کہ مولانا یعقوب میں یہ بات دیکھی کہ ادنیٰ سے طالب علم نے اگر کوئی غلطی بتادی تو فوراً اقرار کر لیتے کہ ہاں بھائی میری غلطی تھی!

اپنے ماتحت مدرسین کے پاس کتاب لے کر جا بیٹھتے تھے اور جو بات سمجھ میں نہ آتی تھی بے تکلف پوچھ لیتے تھے۔ اپنی مشیخت اور علم و فضل کے گھمنڈ میں گرفتار نہ تھے۔ اس سادگی کے ساتھ حد درجہ نفاست پسند، شاکی، نازک مزاج اور نازک حسین ایسے کہ معلوم ہوتا ہے ہیں۔

تھانوی کا بیان ہے کہ مجھے اپنی

مولانا یعقوبؒ نے فرمایا:

میں نے اب تک کم از کم

ایک ہزار کتابیں ضرور پڑھی ہوں گی

طالب علمی کا زمانہ یاد ہے جب حضرت مولانا محمد یعقوب درجے میں تشریف لاتے تو ہم سب طالب علم ادب سے اٹھ کھڑے ہوتے۔

ایک روز مولانا نے فرمایا:

"تم لوگ کھڑے مت ہوا کرو۔ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

مولانا دار العلوم کے مختلف مشاغل میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ اس لئے عزیزوں دشتہ داروں اور احباب کے خطوں کا جواب دینے میں اکثر تاخیر ہو جاتی۔ کئی کئی دن ایسے خط جیب میں پڑے رہتے اور جواب لکھنے کی نوبت نہ آتی۔ یہاں تک کہ ایک آدھ خط گم بھی ہو جاتا۔ پھر مولانا سخت پریشان ہو کر سوچتے کہ اس خط میں کون کون سی باتیں جواب طلب تھیں اپنی بے مثال قوتِ حافظہ کو کام میں لاتے ہوئے جواب تحریر فرماتے۔ تحریر صاف ستھری، رواں، سلیس اور جامع ہوتی۔

مولانا کی تحریر میں ایک خوبی ایسی ملتی ہے جو شاذ و نادر ہی بڑے سے بڑے ادیب اور نثر نگار کے ہاں ملے گی۔ اور وہ ہے بلاغت۔

فنِ بلاغت کا شاہکار مولانا کی ایک چھوٹی سی کتاب "سوانح قاسمی" ہے۔ یہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حالات پر تیس چالیس صفحوں کا رسالہ ہے جو مولانا نانوتوی کی وفات کے بعد انہوں نے لکھا تھا۔

اس کتاب میں مولانا محمد قاسم کی زندگی، ان کے علمی، دینی اور سیاسی کارناموں کو اس انداز میں قلم بند کیا ہے کہ وجدان بے اختیار عش عش کرنے لگتا ہے۔

اسی کتاب کو دیکھ کر مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اپنی گرانقدر تصنیف "سوانح قاسمی" کو ڈھائی ضخیم جلدوں میں پھیلایا ہے۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب میں مولانا محمد قاسم نے بھی حصہ لیا تھا۔ ان کی جرأت و بے باکی اور جوشِ جہاد کا تذکرہ مولانا محمد یعقوب نے "سوانح قاسمی" میں کیا ہے۔ نثر کا یہ مختصر سا نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

"اس طوفانِ بدتمیزی سے سب لوگ گھبراتے تھے۔ لیکن ہم نے مولانا قاسم کو کبھی گھبراتے نہیں دیکھا۔ خبروں کا اس وقت چرچا تھا۔ جھوٹی سچی ہزاروں گپ شپ اڑا کرتی تھیں۔ مگر مولوی صاحب اپنے معمولی کام بدستور انجام فرماتے تھے۔ چند بار مفسدوں سے مقابلے کی نوبت آ گئی۔ اللہ رے مولوی صاحب ایسے ثابت قدم کہ تلوار ہاتھ میں اور بندوقچیوں سے مقابلہ۔ ایک بار گولی چل رہی تھی۔ یکایک سر پکڑ کر بیٹھ رہے۔ جس نے دیکھا، جانا گولی لگی ہے۔ ایک بھائی دوڑے پوچھا،

"کیا ہوا؟"

فرمایا:

"سر میں گولی لگی۔"

عمامہ اتار کر سر جو دیکھا تو کہیں

گولی کا نشان تک نہ ملا۔ اور تعجب یہ کہ خون سے سارے کپڑے تر، مگر حفاظتِ الٰہی سر پر تھی، کچھ اثر نہ ہوا۔ ا ھ"

اس زخم کی خبر بعض دشمنوں نے جو سنی تو سرکار میں مخبری کی کہ تھانہ بھون کے فساد میں شریک تھے۔ حالانکہ مولانا فسادوں سے دور تھے۔ ملک و مال کے جھگڑے اگر سر رکھتے تو یہ صورت ہی کیوں ہوتی۔ کہیں کے ڈپٹی یا صدر الصدور ہوتے۔"

اردو نثر کی طرح مولانا بے تکلف فارسی نظم و نثر اور عربی نظم و نثر پر بھی خوب قادر تھے۔ ان کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے فنِ تصوّف میں ایک معرکۃ الآرا کتاب تحریر فرمائی تھی جس کا نام "ضیاء القلوب" تھا۔ یہ فارسی زبان میں تھی۔ اور حاجی صاحب کے حکم پر مولانا محمد یعقوب نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا تھا، لیکن افسوس کہ یہ ترجمہ طبع نہ ہوا۔

معلوم ہوتا ہے مولانا یعقوب سے اپنی کتاب کا ترجمہ خود حاجی صاحب نے کرایا ہوگا تاکہ ان کے بے شمار عرب مرید بھی اس کتاب سے استفادہ کر سکیں۔

حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کا قیام مستقل طور پر مکہ معظمہ میں تھا اور وہاں اکثر لوگ آپ سے بیعت ہوتے تھے۔ اس لئے یہ عربی ترجمہ ضروری سمجھا گیا۔ اس ترجمے کے علاوہ مولانا کے بعض مکاتیب کا عمدہ مجموعہ بھی موجود ہے۔ جو انہوں نے اپنے مرید منشی محمد قاسم صاحب نیانگری کو تربیت سلوک کے سلسلے میں تحریر فرمائے تھے۔ ان مکتوبات کے دیباچے میں مولانا یعقوب کے بھتیجے حکیم امیر احمد عشرتی لکھتے ہیں:

"ہر ایک خط بجائے خود دفترِ معرفت کردگار ہے۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف قندِ مکرر کا حکم رکھتا ہے۔"

ان خطوں میں سے چیدہ چیدہ عبارتوں کے نمونے ہم اوپر درج کر آئے ہیں مولانا یعقوب کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ ان کے شاگردِ رشید مولانا تھانوی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ مولانا یعقوب نے فرمایا:

"میں نے اب تک کم از کم ایک ہزار کتابیں تو مختلف علوم و فنون کی ضرور پڑھی ہوں گی۔"

اس دور میں جبکہ علمی اور دینی کتابوں کی اشاعت اتنی عام نہ تھی۔ اتنی بڑی تعداد میں کتب کا مولانا کے مطالعے سے گزر جانا حیرت انگیز بات ہے۔ اور اسی سے ان کے علم و فضل کی وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مولانا کی طبیعت میں یبوست، خشونت اور کرختگی کا دُور دُور پتہ نہ تھا۔ اپنے شاگردوں، دوستوں اور عام ملنے جلنے والوں سے مزاح فرماتے اور اس میں بھی علم و فضل کی پھلجھڑیاں چھوڑا کرتے تھے۔ لیکن رعب خداداد تھا۔ اور کسی کی مجال نہ تھی کہ مولانا کے سامنے کوئی بیہودگی کرے یا حرکت ناشائستہ کا مظاہرہ ہو۔ انہوں نے فتووں پر لگانے کے لئے ایک مہر اپنے نام کی بنوائی تھی جو املی کے بیج کے برابر تھی۔

لوگوں نے کہا۔

"مولانا ذرا بڑی مہر بنوا لیجئے۔"

جواب میں فرمایا۔

"بڑی مہر سے کیا ہوگا؟ یہ چھوٹی سی ہی ایسی ہے کہ اول اسے تلاش کرتے ہیں۔ جہاں یہ نہ ہو بڑی بڑی مہریں اینٹ سی اینٹ بیکار سمجھی جاتی ہیں۔"

ایک مرتبہ کسی عقیدتمند نے عرض کیا کہ مولانا آپ تو ولیٔ کامل ہیں۔

ہنس کر فرمایا۔

"ولی ہونے میں تو میرے شک نہیں مگر بھائی بگاڑنے کا ولی ہوں۔ سنوارنے کا نہیں۔"

ایک مرتبہ ظرافت سے فرمایا۔

"دیکھو بھائی! ستمگر کا نام کریما میں بھی آیا ہے۔" اور یہ مصرعہ پڑھا۔

ع
ستمگر ضعیفانِ مسکیں مکن ...

مولانا تھانوی کا بیان ہے:

"ایک مرتبہ میں نے مولانا محمد یعقوب سے عرض کیا کہ حدیث میں جو آیا ہے۔ کہ قیامت کے دن جنت نہ بھرنے کی شکایت کرے گی، تو اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا اور اسے بلا عمل جنت میں داخل

مہینہ ختم ہوتا تو
امتحان کا پرچہ منگوا کر بلا امتحان ہی
سب کے نمبر لکھ دیتے تھے!

باقی صفحہ ۱۶ پر

افتخار قیصر

تعمیراتی محکمے پاکستان کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں

حیرت انگیز انکشافات

ترقیاتی تعمیری محکمے چور روں، فراڈیوں، رشوت خوروں اور عیاشوں سے بھرے پڑے ہیں۔ بہت سے ٹھیکیدار اور ملازمین بھی دن رات ہونے والے گھناؤنے اور شرمناک جرائم سے تنگ آکر یہ محکمے چھوڑ چکے ہیں اور چھوڑتے جا رہے ہیں۔ ہم ایسے ہی بہت سے لوگوں سے ملے ہیں۔ اور ان سب کو اچھی طرح کھنگالنے کے بعد تقریباً ہر محکمے کے جرائم کا طریقہ واردات کھل کر ہمارے سامنے آگیا ہے۔ ہر محکمے کا طریقۂ واردات مختلف ہے۔

چپڑاسی سے لے کر ورک چارج، اکاؤنٹنٹ آڈٹ آفیسر، اوورسیئر، ایس ڈی او، ایکسین ایس ای اور چیف انجنیئر بھی جرائم میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ رشوت کے متعلق پختہ اصول بنے ہوئے ہیں اور سبھی مندرجہ بالا ملازمین بے دھڑک رشوت وصول کرتے ہیں۔ رشوت کی رقم کو کمیشن کہا جاتا ہے۔ کمیشن کی مقدار ہر محکمے میں ہر آفیسر کی علیحدہ علیحدہ ہے۔ نفع یا نقصان دونوں صورتوں میں ٹھیکیدار کو کمیشن ادا کرنا پڑتا ہے۔ کمیشن ادا کرنے کے بعد ہی کئے ہوئے کام کا بل ملتا ہے۔ لیکن اگر کمیشن کے معاملے میں ٹھیکیدار کا لین دین آفیسرز سے پرانا اور صحیح ہو تو اس صورت میں بل دینے کے بعد بھی ٹھیکیدار سے کمیشن وصول کر لیا جاتا ہے۔

ٹھیکیداروں کو مختلف محکموں اور مختلف آفیسرز کو جو کمیشن ادا کرنا پڑتا ہے اسکی مقداریں مندرجہ ذیل ہیں۔

محکمہ بلڈنگز

اوورسیئر تین فیصد، ایس ڈی او دو فیصد، ایکسین دو فیصد، ایس ڈی سی نصف فیصد، اکاؤنٹ برانچ ایک فیصد، ہیڈ کلرک ایک فیصد۔

اوورسیئر بل بناتا ہے اور پیمائش کی کتاب جسے ایم بی کہا جاتا ہے اپنے چپڑاسی یا ذاتی ملازم کے حوالے کر دیتا ہے ٹھیکیدار چپڑاسی کو بھی کچھ رقم دے کر بل اور ایم بی حاصل کرتا ہے —— اگر ٹھیکیدار چپڑاسی کو رقم نہ دے تو اسے ہفتوں چکر لگانے پڑتے ہیں۔

ایکسین، چیف انجنیئر اور ڈیزائن برانچ والے بڑے کام شروع کرنے کی اجازت دینے سے پہلے اپنا حصّہ وصول کر لیتے ہیں اور ٹھیکیدار بل حاصل کرنے کے بعد آفیسرز کے ڈرائیوروں اور خاص ملازموں کو بھی بخشش دیتا ہے، آفیسرز کو پارٹیوں کے علاوہ تحفے بھی دینے پڑتے ہیں۔

کمیشن کے علاوہ مندرجہ بالا تفصیل سبھی محکموں میں یکساں ہے۔

محکمہ پبلک ہیلتھ

اوورسیئر پانچ فیصد، ایس ڈی او تین فیصد، ایکسین تین فیصد، ایس ڈی سی ایک فیصد، اکاؤنٹ برانچ دو فیصد اور ہیڈ کلرک ایک فیصد۔

ہاؤسنگ اینڈ فیزیکل پلاننگ!

اوورسیئر تین فیصد، ایس ڈی او یا ڈپٹی ڈائریکٹر دو فیصد، ایکسین یا ڈائریکٹر دو فیصد، ایس ڈی سی نصف فیصد، اکاؤنٹ برانچ ایک فیصد، ہیڈ کلرک ایک فیصد۔

پیپلز ورکس پروگرام

اوورسیئر پانچ فی صد، اسسٹنٹ انجنیئر دو فیصد، اے ڈی ایل جی دو فیصد اکاؤنٹ برانچ ایک فیصد اور کلرک برانچ ایک فیصد۔

یہاں ڈپٹی کمشنر فائنل اتھارٹی ہوتا ہے لیکن عام طور پر ڈپٹی کمشنر کمیشن نہیں لیتے۔ اور صرف اپنے ماتحت انجنیئرز سے بڑے بڑے تحفے وصول کرتے رہتے ہیں۔ کمیشن لینے والوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

ڈسٹرکٹ کونسل

اوورسیئر پانچ فیصد، میونسپل انجنیئر دو فیصد، چیف آفیسر پانچ فیصد، اکاؤنٹ برانچ دو فیصد، کلرک برانچ ایک فیصد۔

میونسپل کمیٹیاں، کارپوریشنز

اوورسیئر پانچ فیصد، میونسپل انجنیئر یا ڈسٹرکٹ انجنیئر دو فیصد، چیف آفیسر تین فیصد، ایڈمنسٹریٹر چار فیصد، اکاؤنٹنٹ ڈیڑھ فیصد۔ آڈٹ آفیسر نصف فیصد۔

محکمہ ہائی ویز

اوورسیئر تین فیصد، ایس ڈی او، دو فیصد، ایکسین دو فیصد، ایس ڈی سی نصف فیصد، اکاؤنٹ برانچ ایک فیصد، کلرک برانچ ایک فیصد۔

محکمہ انہار

اوورسیئر پانچ فیصد، ایس ڈی او تین فیصد، ایکسین تین فیصد، ایس ڈی سی ایک فیصد، اکاؤنٹ برانچ ڈیڑھ فیصد، کلرک برانچ ایک فیصد۔

ایل ڈی اے

اوورسیئر پانچ فیصد، ایس ڈی او دو فیصد، ایکسین دو فیصد، ایس ڈی سی نصف فیصد، اکاؤنٹ برانچ ایک فیصد، کلرک برانچ ایک فیصد۔

محکمہ اوقاف
تعمیراتی برانچ ــــ!

اوورسیئر تین فیصد، ایس ڈی او دو فیصد، ایکسین پنجاب میں صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ کمیشن بالکل نہیں لیتا۔ بل فائنل کرنے کے متعلق مقامی ایڈمنسٹریٹر ہوتا ہے وہ بھی چیدہ چیدہ دو فیصد لیتے ہیں۔ اور وہ تمام ملوث نہیں ہیں لہٰذا کہیں کہیں اس سے پاک دفاتر بھی دیکھے گئے ہیں۔ ایس ڈی سی نصف فیصد اکاؤنٹ برانچ ایک فیصد۔

٭

مندرجہ بالا کمیشن کے علاوہ بہت بڑے بڑے فراڈ، جعل سازیاں بھی کی جاتی ہیں۔ یہ جعل سازیاں پیمائش کی کتاب ایم بی کے ذریعے کی جاتی ہیں جس میں کام کا معیار اور مقدار درج ہونے کے بعد ٹھیکیدار کو بل ملتا ہے۔ ٹھیکیدار اور متعلقین ایم بی کو لال کتاب کہتے ہیں بنیادی طور پر ٹھیکیدار کی رقم اور قسمت کا تعلق اسی کتاب سے ہوتا ہے۔ اور یہ کتاب اوورسیئر کے پاس ہوتی ہے صرف اسی لئے اوورسیئر کو محکمے کا باپ کہا جاتا ہے۔ سب جعلسازیاں بنیادی طور پر اوورسیئر ہی ترتیب دیتا ہے۔ جعلسازیاں کروانے کے لئے بڑے آفیسرز کو ماتحت اوورسیئر کے ساتھ ذاتی تعلقات بڑھا کے رکھنا پڑتے ہیں۔ پیمائش کی کتابوں میں لاکھوں جعلسازیاں موجود ہیں۔

ایک م ف نامی صاحب نے ہمیں بتلایا کہ ان کے رشتہ دار روڈ ڈیپارٹمنٹ میں اوورسیئر ہیں۔ ایک دن انہوں نے مجھے ٹیلی فون کر کے اپنے دفتر آنے کی دعوت دی اور جب میں ان کے دفتر پہنچا تو انہوں نے میرے نام کا پانچ ہزار روپے کا چیک مجھے دیتے ہوئے کہا کہ یہ چیک کیش کروا کے آپ مجھے دے دیں۔ میں نے تفصیل چاہی، تو انہوں نے بتایا کہ وہ مجھے اپنے محکمے کے کاغذات میں ٹھیکیدار ظاہر کر چکے ہیں اور یہ چیک انہوں نے ایک ناقابل مرمت سڑک کی مرمت کو ظاہر کر کے حاصل کیا ہے“

اس قسم کی ایک نہیں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ جعلی بل بھی بنائے جاتے ہیں اور عام طور پر ٹھیکیداروں نے جتنا کام کیا ہوتا ہے اس سے زیادہ مقدار ظاہر کر کے ٹھیکیدار اور محکمے والے زائد مقدار کی رقم آپس میں دو حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

ذیل میں ان کاموں کی تفصیل اور طریقے ملاحظہ فرمایئے جن میں ٹھیکیدار بہت آسانی سے بچت کرتے ہیں اور محکمے والے انہیں زیادہ سے زیادہ آسانیاں فراہم کرتے ہیں۔

سولنگ (اینٹوں کی سڑک)

سولنگ کو مضبوط کرنے کے لئے اینٹوں کے نیچے زمین پر چھ انچ یا ایک فٹ دریا کی ریت بچھانے کا اصول ہے لیکن یہ ریت ڈالی ہی نہیں جاتی۔ اور اگر ڈالی جاتی ہے تو یہ ٹبے کی ہوتی ہے (نہ ڈالنے کے باوجود ٹھیکیدار کو اس کی رقم ادا کر دی جاتی ہے اور ٹبے کی ریت ڈالنے کی صورت میں اسے دریائی ریت کے نرخ دیئے جاتے ہیں) اینٹ بھی چھوٹے سائز کی ناقص اور سستی استعمال کی جاتی ہے۔ اور بہت سے معماروں کی بجائے ایک آدھ اناڑی معمار رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ چند مزدوروں سے بھی معماروں کا کام لیا جاتا ہے۔

پتھر کی سڑکیں

یہ سڑکیں زمین سے بہت اونچی رکھ کے بنائی جاتی ہیں۔ انہیں اونچا کرنے کے لئے سب سے پہلے مٹی ڈالی جاتی ہے مٹی کی کٹائی بھی صحیح طریقے سے نہیں کی جاتی اور نہ ہی اسے جمانے کے لئے پورا پانی چھوڑا جاتا ہے۔ پتھر کے نیچے، اینٹوں کے روڑے میں دریا کی ریت

کی بجائے ٹبے کی ریت استعمال کی جاتی ہے پتھر انتہائی ناقص، بجری اور تار کول مقررہ حد سے کم استعمال کیا جاتا ہے!

نہروں کے پشتے

سب سے زیادہ اور آسانی کے ساتھ فراڈ جعلسازیاں مٹی کے کام میں کی جاتی ہیں عام طور پر اوورسیر مٹی کی اصل مقدار سے دو تین گنا زائد مقدار درج کرتے ہیں۔ اس طرح سے مٹی کی صحیح مقدار کے متعلق کچھ ہی دن بعد اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے۔

چھوٹے نالوں کی پلیوں کا کام!

پلیاں سیمنٹ بجری ریت اور سریے سے تیار کی جاتی ہیں۔ ان میں سیمنٹ کی مقدار بھی بہت کم استعمال کی جاتی ہے اور لوہا بھی برائے نام ——— یہ فراڈ زیادہ تر میونسپل کمیٹیوں کے کاموں میں ہوتا ہے۔

پانی کے تالاب

مقررہ مقدار میں سے سیمنٹ کی ساٹھ فیصد بچت کول تار اور پلاسٹک تقریباً بالکل ہی استعمال نہیں کیا جاتا۔

❖

ایس ال، موجودہ ٹھیکیدار صاحب کے پاس ہم کافی دیر بیٹھے رہے اور نام شائع نہ کرنے کے وعدے کے بعد انہوں نے بتانا شروع کیا کہ، ———

"میں بہت عرصے سے بہت سے محکموں میں کام کر رہا ہوں اور میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہوں گا کہ میں نے آج تک کوئی بھی کام معیاری نہیں کیا اور نہ ہی کسی ٹھیکیدار کو معیاری کام کرتے دیکھا ہے اور اگر کبھی کسی کو معیاری کام کرتے پایا ہے تو اسے جلد ہی ٹھیکیداری میں اپنی اصل پونجی لٹا کر بھاگتے بھی دیکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں قدم قدم پر رشوتیں دینی پڑتی ہیں۔ چپڑاسیوں سے لے کر آفیسرز اور ان کے ذاتی ملازموں کو رشوتوں اور تحفوں کے ذریعے خوش رکھنا پڑتا ہے چونکہ یہی کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے۔ یہاں تک کہ جس چپڑاسی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اسے محکمانہ ڈاک دے کر ہمارے گھر یا لیٹر بکس میں ڈاک ڈالنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ تو وہ ہم سے اس کا بھی معاوضہ وصول کرتا ہے۔ ملازمین کو اپنی گاڑیاں استعمال کے لئے دینے کے ساتھ ساتھ فلمیں بھی دکھانی پڑتی ہیں۔ اس لئے ہم ناقص کام کر کے ناجائز دولت حاصل کرنے کے لئے مجبور رہتے ہیں اور یہ دولت حاصل کرنے کے لئے آفیسرز کے قرب کے ساتھ ساتھ ہمیں ہر جائز ناجائز طریقہ استعمال کرنا پڑتا ہے!"

چوہدری محمد حنیف صاحب جنہوں نے حال ہی میں ٹھیکیداری چھوڑ کر نواں کوٹ میں پلاسٹک کے لفافے بنانے کی فیکٹری لگائی ہے، محکمہ تعمیرات کے گھناؤنے جرائم سے پردہ اٹھانے کے متعلق سنتے ہی وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ، ———

"ٹھیکیداری کا کام میں نے بڑے شوق اور محنت سے شروع کیا۔ لیکن نے گھناؤنے شرمناک اور نہ لوٹنے والے جرائم کے ذلت آمیز جال سے تنگ آ کر تین چار کام کرنے کے بعد میں نے ٹھیکے داری چھوڑ دی۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ ان جرائم میں ملازمین کے ساتھ ساتھ عوام بھی برابر کے شریک ہیں اس طرح کہ ٹھیکیدار جب کسی محلے میں سڑک نالیاں، پلیاں یا کوئی عمارت بنانی شروع کرتا ہے تو محلے کے کچھ سرکردہ لوگ ناقص کام میں مداخلت شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن ٹھیکیدار ان کے ساتھ تعلقات بڑھا کے ان کے گھروں میں سیمنٹ کی بوریاں یا اینٹیں وغیرہ پہنچا دیتا ہے اور یا ان کے گھروں میں معمولی مرمت کروا دیتا ہے جس سے ان کا منہ بند ہو جاتا ہے اور ٹھیکیدار اپنی من مرضی کرتا ہے چند ایک صحافی بھی ٹھیکیدار سے منتھلی MONTHLY وصول کرتے ہیں۔

در ایں حالات صحیح کام کرنا ناممکن ہے۔ اور کسی آفیسر کو رشوت کے الزام میں گرفتار کرنا بھی انتہائی دشوار، اس کے علاوہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف بھی ہے۔ کیونکہ تعمیراتی محکموں کے آفیسرز محکمہ انسداد رشوت ستانی کے آفیسرز کو منتھلی ادا کرتے ہیں۔

انتہائی کوششوں کے بعد اگر کوئی ٹھیکیدار کسی آفیسر کو رشوت کے الزام میں گرفتار کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ آفیسر اپنے ساتھیوں کی مدد سے جلد ہی بری الزمہ ہو کر دوبارہ اپنے عہدے پر آ جاتا ہے۔ لیکن ٹھیکیدار کے ساتھ سبھی محکموں کے ملازمین بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ اس سے بات چیت تک گوارہ نہیں کرتے۔ اور اسے زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانا اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ اور نقصان پہنچا کر انتہائی فخر محسوس کرتے ہیں۔

یہ گھناؤنے جرائم صرف اسلامی قانون نافذ ہونے کے بعد ہی ختم ہو سکتے ہیں اس کے علاوہ کوئی بھی قانون ان کا سدِباب نہیں کر سکتا۔"

ایک سابقہ اوورسیر اے اے انصاری نے ہمیں بتایا کہ، ———

"جس طرح ٹھیکیدار رشوت دینے کے لئے مجبور ہوتا ہے اسی طرح ہم بھی رشوت حاصل کرنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں عام طور پر اوورسیرز کی تقرری اچھی خاصی رشوت لینے کے بعد کی جاتی ہے۔ اور

اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوششیں تیز تر کردی جائیں

قمر ہاشمی

پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود نے عید کے مبارک موقع پر اسلامیان پاکستان کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ متحدہ قوت کے ساتھ اہل وطن کو اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششیں تیز تر کر دینی چاہئیں۔

جمعیت علماء اسلام ضلع ایبٹ آباد کا ایک انتخابی اجلاس بتاریخ ۲۵ اگست زیر صدارت مولانا محمد نواز خان امیر ضلع منعقد ہوا تلاوت کے بعد مولانا شفیق الرحمان حافظ حکیم عبدالرشید الغزی اور مولانا فضل رازق نے اپنی تقاریر میں جمعیت کی قربانیوں کا ذکر کیا۔ ہر مقررین نے جمعیت کو مستحکم خطوط پر چلانے کا تہیہ کیا۔ حکیم صاحب موصوف نے پاکستان بھر میں جمعیت کی بے لوث خدمات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے قومی اتحاد کی تمام جماعتوں سے مل کر کام کیا ہے لیکن اب ہمیں پیش از بیش قومی فرائض سرانجام دینا پڑیں گے۔ لہذا تنظیم نو کے اراکین کو بلند عزائم سے میدان عمل میں آگے بڑھنا چاہئے درج ذیل عہدہ دار منتخب کئے گئے۔

نگران اعلیٰ ...... شیخ الحدیث مولانا خلیل الرحمن

امیر ضلع ...... مولانا محمد نواز خان

نائب امیر ...... مولانا شفیق الرحمن

امیر دوئم ...... حکیم حافظ عبدالرشید الغزی

امیر سوئم ...... مولانا محمد یونس

ناظم اعلیٰ ...... مولانا فضل رازق

ناظم دوئم ...... حاجی سردار گل خطاب

ناظم سوئم ...... صوفی محمد فرید

ناظم دفتر ...... ڈاکٹر احمد حسن

سالار ...... قاضی محمد یونس

ناظم مالیات ...... حاجی محمد اشرف

ناظم نشر و اشاعت ...... پروفیسر سید غلام مجتبٰی شاہ شیرازی ایڈووکیٹ۔

انتخاب کے بعد ذیل کی قرارداد منظور کرتے ہوئے متعلقہ حکام سے فوری کارروائی کرنے کی اپیل کی گئی

(۱) ہزارہ ڈویژن میں بھٹو حکومت نے سیاسی رشوت کے طور پر جن اپنے کارکنوں کو سیمنٹ، راشن وغیرہ کے ڈپو الاٹ کئے تھے انہیں فوراً منسوخ کر کے دیانتدار کاروباری اشخاص کو دئے جائیں

(۲) محکمہ پروفیشنل ٹیکس نے بلا تشخیص جو ٹیکس موقعہ بھر بالا میں عائد کئے ہیں انہیں منسوخ کر کے دوبارہ درست تشخیص کی جائے

(۳) مولانا ولی الرحمٰن سے اے: ایس: آئی تھانہ شیروان نے جو غیر اخلاقی اور غیر قانونی سلوک کیا اس کی فوری تحقیقات کر کے تدارک کیا جائے۔

آزاد کشمیر کی سیاسی جماعتوں کا متحدہ محاذ بنایا جائے گا۔

جمعیت علماء اسلام جموں و کشمیر کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا امیر الزمان خان نے گزشتہ روز جماعتی کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ جمعیت آزاد کشمیر اسمبلی کے انتخابات میں بیشتر نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کرے گی اور پیپلز پارٹی کے مقابلہ میں آزاد کشمیر کی تمام سیاسی جماعتوں کا متحدہ محاذ بنایا جائے گا تاکہ ان تمام پارٹیوں اسلام دوست اور جمہوریت پسند جماعتوں کے امیدواروں کے درمیان باہمی مقابلہ نہ ہو اور آزاد کشمیر میں ایک با اصول اور مستحکم حکومت قائم ہو سکے مولانا امیر الزمان نے کہا کہ جمعیت علماء آزاد کشمیر کی طرف سے سیاسیات میں حصہ لینے کے فیصلہ کا پورے آزاد کشمیر میں پر جوش خیر مقدم کیا جا رہا ہے اور بے شمار سیاسی کارکنوں نے ہمیں اس سلسلہ میں تعاون کا یقین دلایا ہے

آپ نے کہا ہمارا مقصد تحریک آزادی کشمیر کو از سر نو منظم کرنا اور جمعیت علماء کی راہ نمائی میں ریاست میں نظام شریعت کو مکمل طور پر نافذ کرنا ہے اور اس مقصد کے لیے ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے:

تحصیل میلسی کے معروف زمینداروں کی جمعیت علماء اسلام میں شمولیت

میاں محمد مشتاق ہاجھری کی دعوت پر تقریباً تین صد معزز افراد موضع ... میں جمع ہوئے جن میں پاکستان قومی اتحاد ضلع وہاڑی کے صدر حافظ محمد طیب جمعیت علماء اسلام ضلع وہاڑی کے نائب صدر مولانا فضل خالق کے علاوہ حاجی جمشید علی خان امیدوار قومی [illegible] میاں محمد رفیق امیدوار صوبائی اسمبلی [illegible] حاجی خادم حسین اور چوہدری الف دین [illegible]

اجلاس تھے۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل معززین نے جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کرتے ہوئے حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، قائد ملت اسلامیہ مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا عبیداللہ انور اور قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ پر مکمل اعتماد کا اظہار فرمایا۔

موضع مکو کے میاں محمد مشتاق خاں بھابھہ میاں ممتاز محمد خاں بھابھہ، میاں نور صاحب بھابھہ موضع سنٹھ ہل کے حاجی رانا محمد امیر صاحب ملک غلام فرید صاحب میاں رب نواز صاحب اور میاں غلام شبیر صاحب موضع شمو کے مرید حسین خاں ڈاہر ایڈووکیٹ، نذر حسین خان اور غلام سرور خان پٹھان موضع شیر گڑھ کے ممتاز خاں کھچی، موضع تھدو کے میاں محمد الیاس، میاں محمد اکبر، میاں محمد رمضان میاں جہانگیر اور میاں خیر محمد، موضع قہم کے میاں عمر حیات حاجی در محمد صاحب اٹھنگل علی حسین اور میاں محمد مشتاق صاحب دھوبجہ

آخر میں جمعیۃ علماء اسلام ضلع وہاڑی کے سیکرٹری جنرل حافظ محمد طیب اور میاں محمد رفیق امیدوار صوبائی اسمبلی نے جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کرنے والے معززین کا خیر مقدم کیا۔

مبلغ ضلع ملتان کا تنظیمی دورہ

گذشتہ دنوں مولانا منظور الحق رحمانی مبلغ ضلع ملتان نے ضلع کے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ تاسم بیلہ ملتان میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ جماعتی فنڈ کی طرف دوستوں کو توجہ دلائی تو احباب نے ۳۱۱ روپے سے تعاون کیا اس کے بعد بروز ہفتہ خانے وال پہنچے مولانا [illegible] اختر کی مسجد میں درس قرآن دیا اور جمعیۃ کے اغراض و مقاصد سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ خانیوال شہر میں نائب امیر دوم ضلع ملتان مولانا محمد رمضان صاحب، ناظم عمومی خانیوال سید آفتاب [illegible] صاحب اور دیگر اراکین جماعت سے ملاقاتیں کیں۔ ان حضرات کے تعاون سے ۱۵۷ روپے چندہ بھی کیا گیا۔

پھر مولانا رحمانی جہانیاں گئے بروز اتوار بعد نماز عشاء خطاب کیا اور صبح کو درس دیا جس میں چوہدری فرزند علی صاحب ۲۵۰ روپے امداد فرمائی حافظ محمد یوسف سے بھی تبادلہ خیال ہوا۔ بعد میں مولانا رحمانی صاحب اور نائب امیر دوم ضلع ملتان نے میاں چنوں کا دورہ کیا بروز سوموار حاجی اللہ رکھا اور مولانا محمد یوسف صاحب رحمانی دیگر اراکین جمعیۃ سے ملاقاتیں ہوئیں حاجی اللہ رکھا صاحب مولانا محمد یوسف صاحب رحمانی کے تعاون سے ۵۰۵ روپے ضلع ملتان کی اعانت ہوئی۔ بروز منگل کو مولانا رحمانی صاحب نے کچا کھوہ کا دورہ کیا مولانا عبدالغفور صاحب و حافظ عبدالرشید و دیگر اراکین سے ملاقاتیں ہوئیں جس میں جماعت کی اعانت ۲۷۵/ ہوئی اس کے بعد مولانا رحمانی صاحب اور نائب امیر دوم ضلع ملتان مولانا محمد رمضان صاحب تلمبہ گئے مولانا عبداللطیف صاحب مولانا محمد شریف صاحب ماہی و قاری عبدالرحمٰن نے دیگر اراکین جمعیۃ سے نائب امیر دوم کا تعارف کرایا مقامی حالات کے پیش نظر اپیل مناسب نہیں تھی صرف مولانا عبداللطیف صاحب نے اپنے طور پر ۵۰/ روپے امداد کی بعد، پانچ رکنی وفد نے حضرت سید نیاز احمد صاحب کی قبر پر فاتحہ خوانی کی۔ اسی کے بعد وفد چک ۲/۱۰ بی کو روانہ ہوا عصر کی نماز کے بعد نائب امیر دوم نے مختصر بیان فرمایا اور دعا مولانا رحمانی صاحب نے کی چک والوں نے ۱۲۲/ امداد کی تحصیل خانیوال کے دورہ کے اختتام پر نائب امیر دوم مولانا محمد رمضان صاحب کا مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمانی نے شکریہ ادا کیا۔

جمعیت علماء اسلام جڑانوالہ

کا کنونشن:

گذشتہ دنوں مرکزی جامع مسجد جڑانوالہ میں جمعیت علماء اسلام تحصیل جڑانوالہ کا نمائندہ کنونشن ہوا۔ جس میں جمعیت کے ارکان نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ جمعیت علماء اسلام تحصیل جڑانوالہ کے مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب کئے گئے۔

سرپرست ..... حاجی باسلطان احمد
امیر ..... مولانا سید محمد ہارون شاہ صاحب
نائب امیر اول ..... صوفی محمد اسحاق صاحب .....
نائب امیر دوم ..... مولانا محمد علی صاحب
ناظم عمومی ..... رائے احمد علی کھرل صاحب
ناظم ..... مولانا غلام رسول صاحب
ناظم نشر و اشاعت ..... ڈاکٹر محمد یاسین کلس
خازن ..... سید صفدر شاہ صاحب

اور جمعیت علماء اسلام جڑانوالہ شہر کے مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب کئے گئے۔

امیر ..... مولانا میر زاہد مدظلہ
نائب امیر اول ..... چوہدری محمد حسین صراف
نائب امیر دوم ..... شیخ غلام حسین
ناظم عمومی ..... ڈاکٹر غلام محمد کلسی
ناظم ..... شیخ عبدالرشید گیریجہ
ناظم نشر و اشاعت ..... ڈاکٹر محمد یاسین کلسی
خازن ..... میاں دوست محمد صاحب
سپہ سالار ..... محمد طفیل ناگرہ
ناظم دفتر ..... ملک محمد الیاس صاحب

کنونشن میں جمعیت علماء اسلام ضلع لائل پور کے دو رکنی وفد جو مولانا نصیر الدین صاحب اور مولانا احمد سعید لدھیانوی پر مشتمل تھا نے شرکت کی۔

مولانا احمد سعید لدھیانوی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ تحریک برطانوی استعمار کے قائم کردہ نظام اور اسی کی تربیت کے خلاف ہے۔ اکابرین جمعیۃ نے اسلام کی حفاظت اور گورے انگریز کے اخراج کے لیے جدوجہد کی آج ہم نوحہ اسلام کے نفاذ اور کالے انگریزوں سے اقتدار کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ یقیناً نظام مصطفیٰ کی تحریک کامیاب ہوگی اور کالے انگریزوں کے قائم کردہ تمام بدنما نقوش مٹا دئے جائیں گے۔

قومی اتحاد ملک میں ایسا مثالی معاشرہ قائم کرے گا۔ جسے غیر مسلم دنیا کے ملک [illegible]

مثال کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

آخر میں تمام عہدیداران نے حلف اٹھاتے ہوئے کہا کہ وہ اسلام کی سربلندی اور جمعیت کے اغراض و مقاصد اور اصول و ضوابط کی تکمیل کے لیے ہر قسم کی قربانی دیں گے تمام ارکان نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ، قائد جمعیت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود مدظلہ اور رہبر طریقت مولانا عبیداللہ انور کی ولولہ انگیز قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

انتخاب قصبہ سرائے سدھو

تحصیل کبیر والہ

امیر ... جناب صوبیدار ممتاز علی صاحب

نائب امیر ... حافظ شمس الدین صاحب

نائب امیر ۲ ... محمد منیر صاحب

ناظم اعلیٰ ... محمد حفیظ صاحب

ناظم ۱ ... شیخ اکبر علی غوری

ناظم ۲ ... شیخ محمد صدیق صاحب

خازن ... قاری غلام یاسین صاحب

ناظم نشرواشاعت ... صوفی عبدالغفور

سالار ... صوبیدار محمد شریف

اجلاس میں متفقہ طور پر حضرت درخواستی مدظلہ اور مولانا مفتی محمود صدر پاکستان قومی اتحاد و ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔

افطار پارٹی

جمعیت علماء اسلام کہروڑ پکا کی طرف سے مورخہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۷۷ء بروز جمعۃ المبارک جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کرنے والے زمیندار خان محمد صدیق خان صاحب کانجوں امیدوار صوبائی اسمبلی کہروڑ پکا اور جناب نواب محمد اطہر [illegible] حاجی محمد حسین صاحب [illegible] ایک افطار پارٹی کا انتظام کیا گیا جس میں کہروڑ پکا

لودھراں کو دنیا پور کے علاوہ مضافات کے زمینداروں اور جماعتی احباب نے شرکت کی پنجاب جمعیت علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ قاری نور الحق صاحب قریشی بھی مہمان خصوصی تھے۔

قاری نور الحق صاحب قریشی نے ان حضرات کی جمعیت میں شمولیت کا زبردست خیر مقدم کیا۔ اسی طرح جناب خان محمد صدیق خان کانجوں نے بھی جماعتی احباب کا شکریہ ادا کیا انہوں نے کارکنوں پر زور دیا کہ وہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے قومی اتحاد کے ساتھ مکمل تعاون کے لیے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھیں اور یہ ثابت کر دیں کہ ہم اسلام کے سوا کوئی نظام نہیں چاہتے۔

انتخاب محمد سعی (کہروڑ پکا)

جمعیت علماء اسلام تحصیل لودھراں کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف نعمانی نے بستی محمد سعی کا دورہ کیا اور علاقے کے دوستوں کو جماعت کی تنظیم تشکیل کرنے کی طرف توجہ دلائی جس پر علاقے کے عوام نے خاص دلچسپی دکھلائی اور فارم رکنیت پر کئے گئے اور مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل جماعت تشکیل دی گئی۔

امیر ... جناب رانا در محمد صاحب اُتیرا

نائب امیر ... رانا اللہ دتہ صاحب نمبردار موضع محمد سعی۔

ناظم اعلیٰ ... جناب محمد ابراہیم صاحب

نائب ناظم ... جناب مولوی بدر الاسلام صاحب علوی

ناظم نشرواشاعت ... جناب نواب حسین صاحب

خازن ... جناب منیر حسین صاحب زرگر۔

کہروڑ پکا کا انتخاب جدید

جمعیۃ علماء اسلام کہروڑ پکا کی مجلس عمومی کا ایک اجلاس زیر صدارت جناب شیخ مولوی محمد بشیر صاحب قائم مقام امیر جمعیۃ علماء اسلام کہروڑ پکا منعقد ہوا جس میں جمعیۃ علماء اسلام کہروڑ پکا کا جدید انتخاب عمل میں لایا گیا۔

جو کہ حسب ذیل ہے۔

سرپرست اوّل ... جناب مولانا حافظ عبدالمجید صاحب شاکر۔

سرپرست دوم ... جناب شیخ عبدالمجید صاحب بجوانوی

سرپرست سوم ... جناب ملک حاجی محمد حسین صاحب

امیر ... جناب حکیم حبیب احمد صاحب قریشی صاحب صدیقی۔

نائب امیر اوّل ... جناب مولوی شیخ محمد بشیر صاحب

نائب امیر دوم ... جناب ملک محمد اقبال حسین صاحب قادری

ناظم اعلیٰ ... جناب حضرت مولانا غلام محمد صاحب

ناظم اول ... جناب قاری عبدالرحمان صاحب قریشی

ناظم دوم ... جناب مولانا حافظ عبدالرحمان صاحب

ناظم نشرواشاعت ... مولانا محمد شریف نعمانی

خازن ... جناب شیخ صدیق احمد صاحب

لانڈھی کورنگی

گذشتہ دنوں لانڈھی کورنگی علاقہ شرقی کے عہدداران کا درج ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

۱۔ امیر ... الحاج مولانا کمال الدین صاحب

۲۔ نائب امیر ... جناب سراج الدین صاحب

۳ نائب امیر دوم ... محمد صدیق لالی صاحب

۴ ناظم عمومی ... قاری محمد یونس صاحب

۵ نائب ناظم ... حلقہ قاری محمد حنیف

۶ ناظم دفتر ... جناب مولانا قاری محمد حنیف صاحب

۷ ناظم نشرواشاعت ... محمد عالم صاحب

۸ سالار ... جناب محمد اشفاق صاحب

۹۔ نائب سالار محمد جمال

خازن ... محمد صدیق لالی صاحب

انتخاب تحصیل ایبٹ آباد

امیر تحصیل ایبٹ آباد مولانا شفیق الرحمٰن خطیب مکی مسجد کہال ایبٹ آباد

ناظم اعلیٰ ... محمد یوسف تنولی ایڈووکیٹ ایبٹ آباد۔

نائب امیر اول ... مولوی ولی الرحمان

" دوم ... مولانا محمد ضمیر

" سوم ... مولانا [illegible]

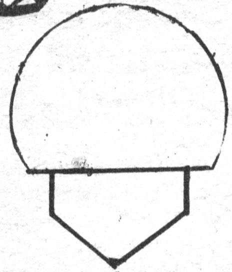
نائب ناظم ... محمد یونس

ظہیر میر

جمعیۃ طلباء اسلام

صوبہ سندھ نے تنظیمی کام

زور شور سے شروع کر دیا



جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کی تنظیم ایک فعال حیثیت سے کام کر رہی ہے۔

پچھلے دنوں صوبہ سندھ کی جمعیت کے صدر جناب سید سراج احمد شاہ نے اپنے علاقے کا مفصل دورہ کیا۔ مختلف مقامات پر انہوں نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

آپ لوگ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جن کی کوششوں سے ملک میں اسلامی نظام کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔ اسلامی نظام کے راستے میں سنگِ گراں کو ہٹا دیا گیا ہے۔ اب منزل سامنے ہے آپ نے طلباء سے اپیل کی کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششوں کو تیز تر کر دیا جائے انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب یہ ملک اسلامی نظام کی روشنی سے جگمگا اٹھے گا۔ تنظیمی دورے کی مکمل رپورٹ حسب ذیل ہے۔ اس صوبائی تنظیمی دورے میں جمعیت طلباء اسلام صوبہ سندھ کے ناظم مالیات جناب غلام قادر مینگل صوبائی صدر کے ہمراہ تھے۔ رمضان المبارک کی وجہ سے یہ دورہ مکمل نہ ہو سکا۔

یکم اگست کو یہ دونوں راہنما شکارپور سے کندھ کوٹ روانہ ہوئے۔ یہاں صوبائی رہنما اپنے مقامی کارکنوں محمد اسلم صابر انصاری، جناب عبدالقادر، عبداللہ بھٹو اور دیگر معاونین سے ملے اور انہیں تنظیمی کام تیز تر کرنے کے لیے ہدایات دیں۔

تین اگست کو صبح سویرے ٹل پہنچ کر وہاں مولانا سید احمد شاہ سے ملاقات کی اور ان سے جمعیت کے لیے اہم مشورے حاصل کیے۔ یہاں مقامی ساتھیوں شاہ محمد شاہ، منیر احمد بنگلانی سے ملاقات ہوئی۔ پانچ اگست کو سکھر میں اہم اجلاس کی وجہ سے جیکب آباد نہ جا سکے۔ پھر بعد میں جیکب آباد کا دورہ کیا۔ چھ اگست کو صبح سویرے سکھر سے گھوٹکی پہنچے۔ سات اگست کو گھوٹکی میں مقامی کارکن عبدالباری کلوڑ سے ان کی والدہ کی وفات پر تعزیت کی اور غم کا اظہار کیا۔ آٹھ اگست کو ضلع خیرپور کا پروگرام بنایا گیا۔ سب سے پہلے صوبائی صدر سید سراج احمد شاہ اور غلام قادر مینگل پیر پایو گئے وہاں صوبائی ناظم احمد سندھی اور مقامی کارکنوں سے ملے۔ رات کو مقامی جمعیت کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں صوبائی صدر نے خطاب فرمایا اور تنظیمی امور پر روشنی ڈالی۔ نو اگست آپ پیر جو گوٹھ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد خیرپور پہنچے وہاں مقامی کارکنوں سے ملاقات کی۔ اس کے بعد صوبائی رہنما ٹھیڑھی پہنچے ٹھیڑھی میں حضرت مولانا قاضی عبداللہ شہید کے عزیزوں سے تعزیت کی اور اظہار ہمدردی کیا۔ وہاں مقامی کارکنوں، سلیم اللہ سیم، شبیر احمد شیخ اور دیگر معاونین جمعیت سے ملے اور تنظیمی کام تیز کرنے کے لیے ہدایات دیں۔

تیرہ اگست کو ضلع نواب شاہ کا پروگرام تھا۔ صبح مورو سے روانگی ہوئی۔ وہاں مختصر قیام کے بعد نواب شاہ تشریف لے گئے۔ نواب شاہ میں مقامی کارکنوں تاج محمد بھٹی شبیر احمد کبر، امان اللہ بروہی اور دیگر کارکنوں سے ملاقات ہوئی۔ پندرہ اگست کو باندھی پہنچے وہاں جمعیۃ طلباء اسلام ضلع نواب شاہ کے سابق سیکرٹری جنرل قربان علی مینگل سے ملاقات کر کے انہیں جماعتی کام از سر نو تیز تر کرنے پر رضامند کیا۔ اس دن آپ محراب پور بھی تشریف لے گئے سولہ اگست کو صوبائی راہنما کنڈیارو تشریف لے گئے وہاں مقامی علماء کرام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب اور مقامی راہنماؤں جناب حافظ محمد صدیق صاحب، جناب رفیق احمد چن، حافظ سعید احمد اور دیگر کارکنوں سے ملاقات کی۔ اور آخر میں سترہ اگست کو دونوں صوبائی راہنما بڈر عیدن تشریف لے گئے اور وہاں مقامی کارکنوں سے تنظیمی امور پر بات چیت کی۔

کھلا دعوت نامہ

جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے تربیتی پروگرام

مدرسہ جامعہ مدنیہ (رجسٹرڈ) اوکاڑہ
ضلع ساہیوال
بیادگار شیخ الاسلام عرب و عجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

* یہ عظیم دینی درسگاہ ۱۹۶۰ء سے علاقہ میں اشاعت اسلام کی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ جامعہ مدنیہ تدریسی، سیاسی، دینی، تبلیغی سرگرمیوں میں ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ مدرسہ میں حفظ و ناظرہ سے موقوف علیہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔
* گزشتہ سال ۴۲ مسافر طلباء زیر تعلیم رہے ہیں جن کے قیام وطعام کا مدرسہ کفیل ہے۔
* علاوہ ازیں چار صد طلباء و طالبات قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔
* مدرسہ میں تین اساتذہ درجہ کتب میں اور تین درجہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کا کام سنبھالے ہوئے ہیں۔
* مدرسہ کا سالانہ خرچ تیس (۳۰) ہزار روپیہ ہے۔
* طلبہ کی رہائش کی قلت کی وجہ سے ملحقہ مکانات اور قطعہ زمین تیس ہزار روپیہ میں خریدا ہے۔ جس کی تعمیر ضروری ہے۔ اور تعمیر خرچ کا تخمینہ ۵۰ ہزار روپیہ ہے۔
* لہٰذا اہل خیر حضرات:

زکوٰۃ، صدقات، خیرات سے مدرسہ کی جلد از جلد اعانت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

داخلہ جدید ۵ شوال سے ۲۰ شوال تک جاری رہے گا۔ تعلیم ۱۵ شوال سے شروع ہو جائے گی۔

مدرسہ کی منفرد خصوصیت

* جامعہ مدنیہ کے طلباء اور اساتذہ ہر قومی و دینی تحریک میں پیش پیش رہے ہیں۔
* تحریک ختم نبوت ۷۴ء میں شاندار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں جس کی شہرت ملک بھر میں ہے۔
* ۱۷ مارچ ۷۷ء سے جون ۷۷ء کی تحریک میں جامعہ مدنیہ کا نمبر سب سے اول نمبر رہا ہے۔ اسی تحریک نظام شریعت میں جامعہ کے تمام کارکن شریک رہے ہیں بلکہ صف اول میں جامعہ کے مہتمم کو سب سے پہلے ۱۷ مارچ ۷۷ء کو گرفتار کیا۔ مدرسہ پر چھاپہ مارا۔ طلبہ گرفتار ہوئے۔
* جامعہ مدنیہ کے کارکنوں، اساتذہ اور طلباء نے کبھی قوم کو مایوس نہیں کیا۔ جامعہ مدنیہ کے مہتمم سید امیر حسین شاہ گیلانی کو تحریک ختم نبوت میں مختلف قسم کے ۹ مقدمات میں دو دفعہ گرفتار کیا اور وہ کیس اب تک چل رہے ہیں۔
* تحریک نظام مصطفےٰ میں لاتعداد مقدمات قائم کیے اور چھ دفعہ گرفتار کیا۔ کل اڑتالیس ۴۸ مقدمات بنے۔

یہ باتیں تحدیث نعمت کے طور پر لکھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے!

سید امیر حسین شاہ گیلانی مہتمم مدرسہ جامعہ مدنیہ قریب ستلج کاٹن ملز، اوکاڑہ۔ ضلع ساہیوال